رسالہ برائے

طریقۂ ذِکر

سلسلۂ نقشبندیہ اُویسیہ

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا مرحم اللہ عفااللہ عنہ

0313- 9017136

تمام حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں۔

اسمِ کتاب	:	طریقۂ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سنِ طباعت	:	ربیع الاول ۱۴۳۴ھجری مطابق 2013ء
اشاعتِ کتاب	:	طبعِ اول
مؤلف	:	مولانا مرحم اللہ غفرلہ، جہانگیرہ، ضلع نوشہرہ، مہتمم جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات فون نمبر 0313-9017136

انتساب

بحضور

سیدنا و مرشدنا عارف باِللہ

حضرت محمد اَحسن بیگ صاحب

مدظلہٗ العالی دامت فیوضھم

تقریظ

سیدی و مرشدی و مرشد عالَم عارف بِاللہ

حضرت محمد احسن بیگ صاحب

مدظلہٗ العالی

چکلالہ، راولپنڈی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1) حضرت مولانا مرحم اللہ صاحب ایک عالمِ دین ہیں اور انھوں نے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے سلسلہ میں مختلف اسلاف کی کتابوں سے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بارے میں تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ یہ انکی علمی کوشش ہے اللہ تعالیٰ اپنی جناب میں قبول فرمائیں اور شیطانی وساوس کا توڑ بنادیں۔

2) تصوف اور سلوک القائی اور انعکاسی چیز ہے جب تک عملاً حاصل نہ ہو یہ تحقیقات تشنہ رہ جاتی ہیں۔ اللہ کرے اس مقالے کے مطالعے سے علماء اور عوام کو بے حد فائدہ پہنچے اور ایسے ہیرے موتی پیدا ہوں جو مشائخِ عظام اور پھر رسولِ اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Dr. Sher Ali Shah Almadani

P.H.D. (Gold Medalist) Madina University

Prof. of Hadith in Jamia Darul Uloom Haqqania

Akora Khattak, K.P.K. Pakistan

Ph: 0923-630731

الدكتور شير علي شاه المدني

الدكتوراه (بمرتبة الشرف الأولى)

من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ومبعوثها

استاذ الحديث بجامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختك

اقليم خيبر بختون خواه. باكستان

Date:......................

التاريخ:..................

(۱)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

الحمد للہ وکفیٰ، وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد،

محترم ومکرم حضرت مولانا مرحم اللہ صاحب فاضل دار العلوم حقانیہ حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ کی زرین، وقیع تالیف

"طریقۂ ذکر سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ"

کے مطالعہ سے دل و دماغ منور، معطر ہوئے، کتاب کی پُرتاثیر، ایمان افروز، دلکش مضامین و محتویات نے مجھے ایک ہی وقفہ میں سرتاپا پورے ذوق وشوق اور وجد وکیف کے عالم میں پڑھنے کی سعادت سے محظوظ کیا،

ماشاء اللہ، محترم مولانا مرحم اللہ صاحب نے یہ سنہری کتاب ڈگر سنٹرل جیل کی اسارت کے دوران زیب قرطاس فرما چکے ہیں جیسے خلفائے راشدین، بزرگانِ دین کے خوفِ خدا، فکر آخرت، زہد وقناعت کے پاکیزہ عبرت آموز واقعات اور اہل اللہ کی صحبت وسنگت کی اہمیت، اذکار واوراد وظائف کے فضائل وبرکات، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرات اکابرین دیوبند کے سلوک وتصوف وسلاسل کا بیان، لطائف سبعہ کی تشریح اور دیگر اہم روح پرور مباحث نے کتاب کو گنجینۂ طریقت بنا دیا ہے، مولانا موصوف مایہ ناز خطیب، کامیاب مدرس، تحریر وتقریر کے شاہسوار، اور مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات، جہانگیرہ کے مہتمم ہیں، اور قطب الارشاد، زبدۃ السالکین، قدوۃ العارفین، عارف باللہ حضرت مولانا محمد احسن بیگ صاحب دامت برکاتہم وتوجہاتہم کے مخلص، وفاشعار مسترشدین وخدام میں سرفہرست ہیں اور ان کے علمی، دینی، روحانی، نورانی مجالس مبارکہ میں تصوف وسلوک کے اصول وحقائق، معارف وضوابط سے بھرپور استفادہ فرما رہے ہیں - مریدین جب اپنے مرشد وشیخ کے ساتھ بے پناہ محبت وعقیدت، ادب واحترام بدرجۂ اتم موجود ہوں تو اپنے شیخ ومرشد کے خصوصی توجہات وتلطفات سے کما حقہ فیضیاب ہوتا ہے ان قدسی صفات، فرشتہ صورت وخصلت اولیاء کرام کے مجالس میں بیٹھنے سے خوفِ خدا، فکر آخرت، تواضع، بندگی کی صفاتِ حسنہ نصیب ہوتی ہیں - ؂ نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا = دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا،

ائمہ تصوف وسلوک سے وابستگی کی بدولت حلقۂ بگوشانِ اسلام میں اسلام اور ایمان کے مقتضیات اور احکام ادا کرنے میں حد درجہ لذت وحلاوت محسوس ہونے لگتی ہے، جس سے طاعات وعبادات طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Dr. Sher Ali Shah Almadani

P.H.D. (Gold Medalist) Madina University

Prof. of Hadith in Jamia Darul Uloom Haqqania

Akora Khattak, K.P.K. Pakistan

Ph: 0923-630731

الدكتور شير علی شاه المدنی

الدكتوراه (بمرتبة الشرف الأولىٰ)

من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ومبعوثها

استاذ الحديث بجامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختك

اقليم خيبر بختون خواه. باكستان

Date:......................

التاريخ:..................

(۲)

امور الخیرہ و احکام تکلیفیہ کے بجالانے میں تکلیف ومشقت کا مادہ ختم ہوجاتا ہے اور لذت وحلاوت اطمینان وسکون، انشراح صدر کی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں، اسی کیفیت کو حدیث جبریل علیہ السلام میں احسان کہا گیا ہے، اور یہی حالت صبغۃ اللہ ہے، ارشاد ربانی ہے،

یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، اے ایمان والو، تقوی اختیار کرو جو صادقین کی صحبت وسنگت سے حاصل کرسکو گے، فرمان نبوی ہے۔ (عباد اللہ إذا رُؤوا ذُکر اللہ) بندگان خدا، وہی ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے،

بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اپنے خصوصی فضل وکرم سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کے اس علمی، دینی، مذہبی خدمت کو شرف قبولیت عطا فرماکر اس مبارک کتاب سے فرزندان اسلام کو استفادہ کی توفیق نصیب فرماوے،

واللہ من وراء القصد وھو یجزی عبادہ المحسنین

والحمد ولہ الشکر وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ وخاتم انبیائہ وعلی آلہ واصحابہ أجمعین

کتبہ خادم أھل العلم، شیر علی شاہ کان اللہ لہ

۱۲/۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Dr. Sher Ali Shah Almadani | **الدكتور شير علي شاه المدني**

P.H.D. (Gold Medalist) Madina University

Prof. of Hadith in Jamia Darul Uloom Haqqania

Akora Khattak, K.P.K. Pakistan

Ph: 0923-630731

الدكتوراه (بمرتبة الشرف الأولىٰ)

من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ومبعوثها

استاذ الحديث بجامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختک

اقليم خيبر بختون خواه. پاكستان

Date:......................

التاريخ:..................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفی ،وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی ، اما بعد

محترم ومکرم حضرت مولانا مرحم اللہ صاحب فاضل درالعلوم حقانیہ حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ کی زرین، وقیع تالیف طریقۂ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

کے مطالعہ سے دل ودماغ منور، معطر ہوئے کتاب کی پُر تاثیر، ایمان افروز، دلکش مضامین ومحتویات نے مجھے ایک ہی وقفہ میں سرتاپا پورے ذوق وشوق اور وجد وکیف کے عالم میں پڑھنے کی سعادت سے محظوظ کیا ماشاءاللہ محترم مولانا مرحم اللہ صاحب نے یہ سنہری کتاب ڈ گر سنٹرل جیل کی اسارت کے دوران زیب قرطاس فرما چکے ہے جس میں خلفائے راشدین، بزرگان دین کے خوف خُدا، فکر آخرت، زہد وقناعت کے پاکیزہ عبرت آموز واقعات اور اہل اللہ کی صحبت وسنگت کی اہمیت اذکار واوراد، وظائف کے فضائل وبرکات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرات اکابرین دیوبند کے سلوک وتصوف وسلاسل کا بیان لطائف سبعہ کی تشریح اور دیگر اہم روح پرور مباحث نے کتاب کو گنجینۂ طریقت بنادیا ہے۔مولانا موصوف مایہ ناز خطیب کامیاب مدرس تحریر وتقریر کے شہسوار اور مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات جہانگیرہ کے مہتمم ہے اور قطب الارشاد، زبدۃ السالکین، قدوۃ العارفین، عارف باللہ حضرت مولانا محمد احسن بیگ صاحب دامت برکاتہ وتوجہاتھم کی مخلص وفا شعار، مسترشدین، وخدام میں سرفہرست ہے اور ان کے علمی دینی روحانی، نورانی مجالس مبارکہ میں تصوف وسلوک کے اُصول وحقائق، معارف وضوابط سے بھرپور استفادہ فرمارہے ہیں۔مرید میں جب اپنے مرشد وشیخ کے ساتھ بے پناہ محبت وعقیدت، ادب واحترام بدرجہ اتم موجود ہوں تو اپنے شیخ ومرشد کے خصوصی توجہات وتلطفات سے کماحقہ فیضیاب ہوتا ہے۔ان قدسی صفات، فرشتہ صورت وخصلت اولیاء کرام کے مجالس میں بیٹھنے سے خوفِ خُدا، فکر آخرت، تواضع، بندگی کی صفاتِ حسنہ نصیب ہوتی ہیں۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Dr. Sher Ali Shah Almadani | **الدکتور شیر علی شاه المدنی**

P.H.D. (Gold Medalist) Madina University
Prof. of Hadith in Jamia Darul Uloom Haqqania
Akora Khattak, K.P.K. Pakistan
Ph: 0923-630731

الدکتوراه (بمرتبة الشرف الأولیٰ)
من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ومبعوثها
استاذ الحديث بجامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختک
اقليم خيبر بختون خواه. باكستان

Date:......................

التاریخ:.................

أئمہ تصوف سلوک سے وابستگی کی بدولت حلقہ بگوشان اسلام میں اسلام اور ایمان کے مقتضیات اور احکام ادا کرنے میں حددرجہ لذت وحلاوت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جس سے طاعات وعبادات طبعیت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اوران احکام تکلیفیہ کے بجالانے میں تکلیف کا مادہ ختم ہوجاتا ہے اور لذت وحلاوت اطمینان وسکون، انشراح صدر کی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں۔ اسی کیفیت کو حدیث جبریل علیہ السلام میں احسان کہا گیا ہے۔ اور یہی حالت صبغۃ اللہ ہے، ارشادربانی ہے۔ یا آیها الذین ء امنو اتقو ا اللّٰہ وکو نوا مع الصا دقین، (ترجمہ) اے ایمان والو، تقوی اختیار کرو جو صادقین کی صحبت وسنگت سے حاصل کرسکوگے۔ فرمان نبوی ہے۔ (عباد اللّٰہ اذا ر ؤو ا ذکر اللّٰہ) (ترجمہ) بندگان خُدا وہی ہیں جن کے دیکھنے سے خُدا یاد آجاتا ہے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اپنے خصوصی فضل وکرم سے حضرت مولانا مرحم اللہ صاحب کے اس علمی، دینی، مذہبی، خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس مبارک کتاب سے فرزندان اسلام کو استفادہ کی توفیق نصیب فرماوے۔ واللّٰہ من وراء القصد و هو يجزى عباده المحسنين وله الحمد و له الشكر و صلى اللّٰه تعالىٰ على خير خلقه و خاتم انبيائه وعلى آله و اصحابه اجمعين

کتبه خادم اهل العلم شیر علی شاہ کان اللہ لہ
۲۰/۱۲/۱۴۳۳ھ

Molana Maghfoor Allah
Sheikh - Al - Hadees
Jamia Darululloom Haqania Akora Khatak
Res: 0923-633065, Mad: 0923-630435

مولانا مغفور اللہ
شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
فون گھر: 0923-633065، فون جامعہ: 0923-630435

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حضرت مولانا مرحم اللہ صاحب فاضل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی قیمتی، وقیع تالیف "طریقہ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ جو قید و بند کے دوران زیب قرطاس فرما چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسکو شرف قبولیت سے نوازے۔

آمین

مغفور اللہ

خادم الحدیث النبوی بالجامعۃ الحقانیۃ اکوڑہ خٹک

۲۲/۱۲/۱۴۳۳ھ

Jamia
Abu Huraira
Ph&Fax:0923-630237--630094
Mob: 0333-9102770

جامعہ ابوھریرہ
زیرسرپرستی! مولانا عبدالقیوم حقانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لحضرۃ الھدیہ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالہ

رسالہ بسلسلہ طریقہ ذکر نقشبندیہ اُویسہ جواں سال فاضل لائق مدرس صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا مرحم اللہ حقانی کی علمی قلمی اور روحانی کاوش ہے پھر ایام اسیری میں ان کی تمام تر توجہ اور مساعی کا ہدف اذکار وافکار اور تصوف واخلاص رہا۔ اس لیے قلم میں برکت بھی ہے اور وسعت بھی استناد کیلئے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم اور شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ مدظلہم کا نام تصدیق اور تقریظ کافی ہے اہل علم علماء، طلباء، صوفیا اور ارباب تصوف وطریقت توجہ فرمائینگے۔ تو نفع ہی نفع ہوگا۔ میں نے جہاں سے بھی پڑھا پڑھتا ہی چلا گیا میری دلی دُعا ہے کہ اللہ پاک مؤلف کی اس عظیم علمی، روحانی اور تاریخی قلمی کاوش کو قبول فرمادے اور ان کیلئے ان کے اساتذہ اور والدین کیلئے صدقہ جاریہ قرار پائے۔

مولانا موصوف اپنے زمانہ طالب علمی میں جامعہ حقانیہ کے اکابر اساتذہ کے منظور نظر تھے۔ میرے ساتھ بھی اخلاص ومحبت کا تعلق رہا آج ان کی اس علمی کاوش میں خوشی ہے

شعر۔ شامل جمال گل میں ہمارا لہو بھی ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ و صحبہ اجمعین

عبدالقیوم حقانی
جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ
۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ

برائے رابطہ: جامعہ ابو ہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1۔	پیش لفظ	1

بابِ اول

مقدمۃ الکتاب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
2۔	اہلِ دنیا اور اہلِ آخرت کے افکار میں تفاوت	7
3۔	حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کی فکرِ آخرت	8
4۔	حضرت صدیقِ اکبر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کی فکرِ آخرت	8
5۔	حضرت فاروقِ اعظم رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کی خشیتِ الٰہی کا منظر اور چند واقعات	9
6۔	تفاوت مراتبِ اہلِ جنت	12
7۔	حصولِ مراتب میں اولیاءاللہ کے احوال اور دو اہم واقعات	14
8۔	فکرِ آخرت صحبتِ اولیاء ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔	16
9۔	صحبتِ اولیاء کے نایاب ہیرے۔	17

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
19	حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ کے اشعار	10۔
20	کثرتِ ذکر کی وجہ	11۔
22	فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ آیت پر علامہ صاوی رحمہ اللہ کی عجیب تحقیق	12۔
31	صِبْغَةَ اللّٰهِ آیت پر علامہ صاوی رحمہ اللہ کا ایمان افروز بیان	13۔
34	کشفِ انوارات پر اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب اور مرشدی حضرت محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ العالی کی تصریح	14۔
35	کشفِ انوارات کے متعلق مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کا قول	15۔
36	مقامِ حضرت جی دام ظلہ کا مختصر تبصرہ	16۔
37	وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ آیت پر علامہ صاوی رحمہ اللہ کی علمی تحقیق	17۔

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
40	صبح و شام ذکر کا معمول کرنے پر احادیث سے استدلال	18۔
41	مجالسِ ذکر قائم کرنے پر قرآنِ کریم سے استدلال	19۔
42	مجالسِ ذکر قائم کرنے پر احادیث سے استدلال	20۔
44	عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مجالسِ ذکر کے انعقاد کا اہتمام	21۔
45	ذکرِ قلبی کی افضلیت پر قرآن کریم سے استدلال	22۔
46	ذکرِ قلبی کی افضلیت پر احادیثِ مبارکہ سے استدلال	23۔
48	سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ میں صبح و شام ذکرِ خفی کا اہتمام	24۔
48	سانس کے ذریعے ذکر کی اہمیت	25۔
49	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بذریعہ سانس ذکر کرنے کے طریقے کی تعلیم	26۔
52	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بذریعہ سانس ذکر کرنے کا طریقہ	27۔
53	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ سلسلہ اُویسیہ کی دیگر روحانی طریقوں پر برتری اور رعب ہے	28۔
54	بذریعہ سانس ذکر پر اشکال کا جواب	29۔
56	معترضین کو جواب بزبانِ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	30۔

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
58	معترضین کو جواب بزبانِ مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ	31۔
59	معترضین کو جواب بزبانِ مترجم "القول الجمیل" محترم خرم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	32۔
61	معترضین کو جواب بزبانِ مؤلفِ ھٰذا الکتاب	33۔
64	سلوک میں کامیابی کیلئے مرشدِ کامل کی ضرورت	34۔

بابِ دوم

مبادی طریقۂ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
68	اخلاص کے بیان میں	35۔
72	علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ اندھیرے ماحول میں ذکر دِلوں کو جِلا بخشتا ہے۔	36۔
74	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ دورانِ ذکر آنکھیں اور ہونٹ بند ہوں	37۔

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
38-	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول کہ دورانِ ذکر قلب پر ضرب میں شدت ہو	78
39-	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول کہ ذکر پر استقامت کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔	83

بابِ سوم

لطائفِ سبعہ کی تشریح

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
40-	ساتوں لطائف اور ان کے محال کا بیان	86
41-	حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ لطائف کے محال بیان فرماتے ہیں	87
42-	"دلائلُ السلوک" میں اصل لطائف کا بیان	88
43-	لطائف کے متعلق اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق کا خلاصہ۔	90

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
44-	صاحبِ تفسیرِ مظہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کہ لطائف عَالَمِ اَمْر سے ہیں نہ کہ عَالَمِ خَلْق سے	92
45-	لطائف خمسہ میں اختلاف باعتبار اتحاد و تغائر	94
46-	مرشدی حضرت جی مد ظلہٗ العالی کا ارشاد کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ ایک اولو العزم پیغمبر علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے	95
47-	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ اولیاء مختلف انبیا علیہم السلام کے قدم پر ہیں	96
48-	مرشدی حضرت جی مد ظلہٗ العالی کا قول بھی اختلافِ لطائف کی جانب مشیر ہے	98
49-	قائلینِ اتحادِ لطائف کا قول	98
50-	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی اتحادِ لطائف کے قائل ہیں	99
51-	اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توفیق بین القولین	100

بابِ چہارم

بحثِ روح و نفس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
52-	روح کی بالوجہ تشریح مختصراً منقول از "دلائلُ السلوك"	102
53-	علاّمہ اِبنِ قیّم رحمہ اللہ کے نزدیک روح کی رسم	103
54-	علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک روح کی تشریح	104
55-	امام مالک رحمہ اللہ نے روح کو اس طرح بیان فرمایا	105
56-	تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری میں روح کی تشریح	106
57-	سلف صالحین کے اقوال پر اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کی تفریع	107
58-	بین القوسین قول مؤلف کی طرف سے	108
59-	امام رازی رحمہ اللہ نے اشعار میں روح کا تذکرہ کیا ہے	112
60-	دلائلُ السلوك میں "نفس" پر تبصرہ	113

بابِ پنجم

طریقۂ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
118	سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ میں لطائف پر ذکرُ اللہ کا طریقہ	61۔
119	پہلا لطیفہ **قلب**	62۔
120	دوسرا لطیفہ **روح**	63۔
121	تیسرا لطیفہ **سرّی**	64۔
121	چوتھا لطیفہ **خفی**	65۔
122	پانچواں لطیفہ **اخفٰی**	66۔
123	چھٹا لطیفہ **نفس**	67۔
124	ساتواں لطیفہ **سلطان الاذکار**	68۔
125	اعادہ لطیفۂ **قلب**	69۔
126	مراقبۂ **احدیت**، مراقبۂ **معیت**، مراقبۂ **اقربیت** کا مفہوم اور تشریح	70۔
127	مراقبۂ **احدیت**	71۔
130	مراقبۂ **معیت**	72۔
131	مراقبۂ **اقربیت**	73۔

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
132	**سیر کعبہ**	74۔
133	تفسیرِ مظہری میں بیت اللہ کی حقیقت کا بیان	75۔
134	مراقبۂ روضۂ اطہر اور اسکا بلند مقام	76۔
136	مراقبۂ مسجدِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	77۔
136	روحانی بیعت اور منزلِ فناء وبقاء	78۔

باب ششم

خاتمۃ الکتاب

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
138	زائرین کی رہنمائی کیلئے روضۂ اطہر کا ظاہری نقشہ	79۔
142	روزمرہ وظائف کا بیان	80۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

رسالہ ھٰذا سیدی و مرشدی مرشد عالَم حضرت محمد احسن بیگ صاحب مد ظلہٗ العالی دامت فیوضہم کی تصحیح اور اجازت نامہ و تقریظ مبارک کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ ہمارے حضرت جی طریقت میں اعلیٰ حضرت جی علامہ اللہ یار خان نوّراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اعلیٰ حضرت جی **دلائلُ السلوك** اور **اسرارُ الحرمین** جیسی کئی مایہ ناز کتب کے مصنف ہیں۔ اپنے زمانہ کے لاجواب مناظر و محقق عالِمِ دین تھے اور ساڑھے چار سو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد سلطانُ العارفین حضرت

خواجہ اللہ دین مدنی رحمہ اللہ کی روحِ مبارک سے فیض حاصل کر کے سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ کے مجدد شیخِ اکبر اور صاحبِ منصب اعلیٰ رہے۔اعلیٰ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کی کتاب **دلائلُ السلوك** میں اعلیٰ حضرت جی کے دونوں خلفاء کا خلافت نامہ بطور سند موجود ہے۔خلیفہ اول سیدی و مرشدی حضرت محمد احسن بیگ صاحب مد ظلہٗ العالی، چکلالہ سکیم تھری ، راولپنڈی اور خلیفہ ثانی قدوۃ العارفین حضرت سید بنیاد حسین شاہ صاحب مد ظلہٗ العالی دامت فیوضہم، سرگودھا۔ دونوں شیخین کا آپس میں گہرا تعلق اور بے پناہ محبت ہے گویا ایک جان دو قالب ہیں۔ خلافت ناموں کا اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

"فاجزت لهم اجازة مطلقة فی الطریقة النقشبندیة والقادریة والجشتیة والسهروردیة و غیرها اجازة تامةلارشاد الطالبین و القاء السکینة فی قلوب الاحباب۔

پس میں ان کو مطلق اور تام
اجازت دیتا ہوں طریقہ
نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور
سہروردیہ وغیرہ میں تاکہ
طالبین کو راہِ راست پر چلا دیں اور
احباب کے قلوب میں
سکینہ کا القاء کریں۔"

خلیفہ اول کے بارے میں اعلیٰ حضرت جی ؒ ایک خط میں ارشاد فرماتے ہیں:

"خوب یاد رکھنا بیگ صاحب آپ کے
پاس ہیں جو موجودہ حالات میں جناب والوں
کے شیخ ہیں۔ ان کی عزت تمام مشائخ کی
عزت ہے۔ یاد رکھنا ان کی کاملیت میں ذرّہ
برابر بھی شک محال ہے۔ بتاؤ جس شخص کو

مراقبۂ احدیت، معیت، اقربیت ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ فناء فی الرسول ہو جائے، سالکُ المجذوبی ہو جائے، پھر بیگ صاحب کی کاملیت میں شک کرتا ہے تو وہ احمق نہیں تو کیا ہے۔ جو شخص عالمِ خاکی سے نکال کر بلکہ عالمِ مَلَکُوتی سے بھی نکال کر عالَمِ برزخ میں لیجا کر دربارِ رسالت میں پیش کر دیتا ہے۔ میدانِ حشر دیکھا دیتا ہے، اُس کی کاملیت میں شک و شبہ کرنا۔"

خلیفہ ثانی حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم علمی نکات میں انتہائی باریک بین اور بہت تیز صاحبِ کشف ہیں۔ آپ نے رسالہ ھٰذا کا مطالعہ اول سے آخر تک عمیق نظر

سے فرمایا اس کی تصحیح اور کئی اہم اغلاط کی نشاندہی کرنے کے علاوہ انتہائی مفید اور کار آمد مشوروں سے بھی نوازا ہے۔ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم جب بھی قرآن کی آیت یا حدیث پر بحث شروع فرماتے ہیں تو انتہائی باریک نکات بیان فرماتے ہیں۔ اللہ ﷻ نے کامل بلاغت و فصاحت سے نوازا ہے۔ سلسلہ کے تمام ساتھی حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم سے قلبی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔

ارحم الراحمین رب العالمین کے پاک دربار میں عاجزانہ درخواست ہے کہ ہمارے شیخین کو کامل صحت بمعہ قوت عطا فرمائے اور ہر قسم کے امراض سے محفوظ فرمائے، دونوں حضرات کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے، ہمارے تمام مشائخ عظام کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائے، ہم سب کو ان مشائخ کے نقشِ قدم پر چلنے

کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ان کی معیت سے سرفراز فرمائے۔ تمام ساتھیوں کو تا دمِ آخر ذکرِ الٰہی پر استقامت نصیب فرمائے اور اخلاص کی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے۔اٰمین بجاہ النبی الکریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ ۔

بابِ اوّل

مقدمۃ الکتاب

اہلِ دنیا اور اہلِ آخرت کے افکار میں تفاوت:

بنی نوع انسان کے مزاج اور طبیعت میں یہ جذبہ اور خواہش ودیعت ہے کہ وسعت اور طاقت کے مطابق منزل مقصود تک رسائی کے بغیر اسکو چین اور سکون حاصل نہیں ہو پاتا۔ سکول سٹوڈنٹ انجینئرنگ، میڈیکل وغیرہ کی انتہاء تک پہنچنے میں اپنی کامیابی وکامرانی سمجھتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کو وسعت دینے میں کوشاں ہوتا ہے۔ الغرض مختلف شاہراہوں کے شہسوار اپنی شاہراہ کی انتہاء تک پہنچنے میں اپنی خواہش اور جذبے کی تکمیل سمجھے ہوئے ہیں۔ لیکن اسی بنی نوع انسان کے اخص الخواص حق شناس اور اہل اللہ حضرات حصولِ فلاح

آخرت کیلئے متفکر اور شب و روز محنت و مشقت میں مشغول رہتے ہیں۔

حضور صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ کی فکرِ آخرت:

ہماری روحوں کے بادشاہ جانِ دوجہاں صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ جس قدر اُمتِ مرحومہ کی فلاحِ آخرت کیلئے متفکر تھے اور حیاتِ دُنیوی میں اس کی خاطر جتنی مشقتیں برداشت کیں وہ آفتابِ روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں اور کسی دور میں بھی اس کی نظیر نہیں مِل سکتی ہے۔ طائف کا واقعہ اور غزوۂ احد وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔

حضرت صدیقِ اکبر رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُ کی فکرِ آخرت:

حضور صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ کے خلیفۂ اوّل صدیقِ اکبر رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُ تو اس قدر فکر مند تھے کہ ایک حیوان کو درخت

کے نیچے دیکھ کر بہت آہ و افسوس کے ساتھ فرمانے لگے کہ کاش ابو بکر بھی تم جیسے ہوتے اور حساب آخرت سے بچ جاتے۔

حضرت فاروقِ اعظم رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کی خشیتِ الٰہی کا منظر اور چند واقعات:

خلیفہ دوم فاروق اعظم رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ سے جب ان کی نورِ چشم حضرت حفصہ اُم المؤمنین رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا نے اکابر صحابہ کرام(جن میں حضرت عثمان رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ اور حضرت علی رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ بھی تھے) کی طرف سے وظیفہ میں اضافہ کی درخواست پیش کی تو ان کی ناراضگی اور غصے کے آثار چہرے مبارک پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ میرے پہلے دو ساتھی اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ چکے اگر میں انہی حضرات کی شاہراہ پر اپنا سفر جاری رکھوں تو اُن سے مل جاؤں گا ۔ ورنہ ان سے ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پوری زندگی اسی معمولی وظیفہ اور تنخواہ پر گزارہ کرتے

ہوئے تنگدستی اور مشقت کی زندگی بسر کی۔ ایک دن ایک شخص نے ان کے بیٹے کو تربوز دیا، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کے ہاتھ میں تربوز دیکھا تو اُسے بلایا اور فرمایا کہ بیٹا آپ کو اُس وقت تک تربوز کھانا زیب نہیں دیتا جب تک پوری رعیت کے بچوں کے ہاتھ میں تربوز نہ ہو اور وہ تربوز بیٹے سے لیکر دوسرے بچے کو دیدیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عاصم کے پاس گئے تو وہ گوشت کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا کہ گوشت کی خواہش شدت اختیار کر گئی تھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا جب بھی کسی چیز کی خواہش پیدا ہو اُس کو کھایا جائیگا؟ آدمی کے اِسراف کیلئے یہ کافی ہے کہ ہر اُس چیز کو کھائے جس کی خواہش ہو۔ حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص میں کندھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ

زمین سے اینٹ اُٹھائی اور فرمایا کہ کاش میں یہ اینٹ ہوتا، کاش میں کوئی چیز ہی نہ ہوتا، کاش کہ میں اپنی ماں سے پیدا ہی نہ ہوتا۔ حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عامُ الرمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں زیتون کا تیل کھانے کی وجہ سے گُڑ گُڑ پیدا ہوئی۔ حکیموں نے بتایا کہ گھی کھانے سے یہ تکلیف رفع ہو جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پیٹ میں اُنگلی ڈالدی اور فرمایا کہ "اے پیٹ خود کو اس کا عادی بنا کیونکہ رعیت کا ہر فرد گھی نہیں کھا سکتا"۔ عبداللہ رحمہ اللہ بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک پر رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔ تاریخُ الخلفاء للحافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ صفحہ 102 نیز صفحہ 108 پر فرمایا کہ تھذیبُ المزنی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خاتم (مُہر لگانے والی انگوٹھی) کا نقش تھا "کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ ۔اے عُمر (رضی اللہ عنہ)موت کا واعظ ہونا ہی کافی ہے۔" دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خُلفائے راشدین میں سے ہیں،

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔ ان کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کا رقبہ 22 لاکھ مربع میل سے متجاوز تھا اور اتنی کثیر تعداد میں علاقے فتح ہوئے کہ انسان زبان سے شمار کرے تو تھک جاتا ہے، ان کی کرامات بھی بہت مشہور ہیں لیکن پھر بھی ان پر خوفِ خدا اور فکرِ آخرت اس قدر غالب تھی۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فکرِ آخرت میں اس قدر مستغرق ہوتے کہ ہر وقت یہی سوچتے تھے کہ اس امر میں نجات کس طرح حاصل ہوگی اورآج تک تمام اولیاء اللہ کا یہی حال رہاہے کہ ہمہ وقت ان کو فلاحِ آخرت کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

تفاوت مراتبِ اہلِ جنت:

فلاحِ آخرت بھی مراتبِ اعلیٰ و ادنیٰ پر مشتمل ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (آخرت کے درجات تو بہت بڑے ہیں اورایک دوسرے پر فضیلت میں بھی بڑھ چڑھ کر

ہیں)۔بقدرِ اخلاص و محنت و مشقت جنت میں بعض حضرات کے مکانات کئی منزلوں پر مشتمل بہت اونچے ہونگے اور بعض کے اس سے کم ہونگے۔نیچے منازل والوں کے دلوں میں ضرور یہ حسرت ہو گی کہ کاش ہم بھی زیادہ مشقت کرکے اعلیٰ مقامات حاصل کرتے اور یہی وجہ ہے کہ اولیاءاللہؒ کو فکرِ فلاحِ آخرت کے ساتھ فلاحِ آخرت کے اعلیٰ مقام تک رسائی کی بھی فکر لاحق ہوتی ہے۔اوراسی کی خاطر ریاضتیں کرتے ہوئے قیامُ اللیل وصیامُ النہار کی زندگی گزارتے ہوئے بھوک اور شب بیداری کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِي　　مشقت کے مطابق اعلیٰ مراتب حاصل کئے جاتے ہیں۔

مَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهَرَ اللَّيَالِي　　جو اعلیٰ مراتب کا طلبگار ہو وہ شب بیداری کرتا ہے۔

پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

حصولِ مراتب میں اولیاء اللہ کے احوال اور دو اہم واقعات:

ہر ولی کا اپنا ایک حال ہوتا ہے۔ بعض اولیاءاللہ کو تو خوفِ آخرت اس قدر دامن گیر ہوتا ہے کہ رات کو بستر پر لیٹ کر بھی ان کو نیند نہیں آتی اور ساری رات نوافل میں گزار دیتے ہیں۔ وھب بن منبہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ ایک سائح تھا یعنی عبادت کیلئے مختلف اطراف میں پھرنے والا تھا جو خلافِ نفس دوگنی عبادت کرتا۔ انسانی شکل میں اس کے پاس شیطان آیا اور اس کو یہ ظاہر کیا کہ میں بھی آپ کی طرح عبادت گزار ہوں اور اس سے بھی دوگنی عبادت کرتا تو اس سائح کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہو گئی جب اس کی عبادت اور کوشش کو دیکھا۔ شیطان نے اس سائح کو ایک دفعہ کہا کہ اگر ہم ایک شہر میں جائیں اور لوگوں کے ساتھ اختلاط کریں اور ان کی طرف سے ہمیں جو

تکلیف پہنچے اور اس پر ہم صبر کرتے رہیں تو اس میں ہمیں زیادہ اجر ملے گا تو سائح نے اس کی یہ بات قبول کرلی اور جب اس کے ساتھ جانے کیلئے اپنی جگہ سے قدم باہر کیا تو فرشتہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ یہ شیطان ہے آپ کو فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے تو سائح نے کہا کہ اس قدم نے اللہ کی معصیت میں حرکت کی اور اسی جگہ پر اس کو موت آگئی (حِلیۃُالاولیاء صفحہ 55 جِلد 4) ابنِ وھب رحمہ اللہ کی ایک اور روایت ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی علیہ السلام کا گزر اس عابد پر ہوا جو پہاڑ کے ایک غار میں عبادت کر رہا تھا وہ نبی علیہ السلام اس کی طرف گئے اور اس پر السلامُ علیکم کہا اس نے سلام کا جواب دیا تو نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ آپ کی سکونت اس غار میں کتنے عرصہ سے ہے؟ تو کہا کہ تین سو سال سے۔ پھر پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ تو کہا کہ درختوں کے پتے۔ پھر پوچھا آپ پیتے کہاں سے ہیں؟ تو کہا کہ چشموں کا پانی۔ پھر پوچھا آپ سردی میں کہاں ہوتے ہیں؟ تو کہا

کہ اسی پہاڑ کے نیچے۔ پھر پوچھا کہ آپ اس پر صبر کس طرح کرتے ہیں؟ تو کہا کہ میں کیسے صبر نہ کروں حالانکہ یہ دن رات تک باقی ہے اور گذشتہ کل میں جو کچھ تھا وہ گزر گیا اور آئندہ کل تو آیا نہیں۔ تو نبی علیہ السلام کو اسکے اس حکیمانہ قول سے تعجب ہوا کہ "میرا یہ دن تو رات تک ہی ہے" (حِلیۃُ الاولیاء صفحہ 65 جلد 4)۔
یہ سب کچھ خشیتِ الٰہی اور فکرِ آخرت کے مناظر ہیں۔

فکرِ آخرت صحبتِ اولیاء ہی میں حاصل ہو سکتی ہے:

یہ فکرِ آخرت صحبت اولیاء ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔
قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾
(۹۔سُوْرَةُ التَّوْبَةِ)
"اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور یہ تقویٰ آپ کو صادقین کی صحبت سے ملے گا"۔

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں آدمی آدمی بناتے ہیں
جستجو ہم کو آدمی کی ہے وہ کتابیں عبث منگاتے ہیں

(اکبر الہ آبادی)

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند
نیک آدمی کی صحبت تجھے نیک بنادے گی۔ برے آدمی کی صحبت تجھے بُرا بنادے گی۔

یک زمانہ صحبتِ بااولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ایک لمحہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھنا سو سال بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

صحبتِ اولیاء کے نایاب ہیرے:

صحبتِ ولی وعارف سے آپ کو وہ گوہر اور ہیرہ ملے گا جو خزینۂ شاہاں سے نہیں مل سکتا۔ آپ کی زندگی میں وہ انقلاب آئیگا جو آپ کے تصور سے بھی بالاتر ہو گا۔ آج ہر شخص کی فکرِ آخرت مغلوب اور فکرِ دُنیا غالب، صرف گھر اور کاروبار میں

نہیں بلکہ نماز میں بھی یہی سوچ اور فکر غالب رہتی ہے۔ صحبتِ عارف میں آپ کو صرف نماز میں توجہ الی غیراللہ وغفلت سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو گا۔ بلکہ آپ کی پوری زندگی یاد الٰہی میں گزرے گی ۔ نماز میں صفتِ احسان کی دولت نصیب ہو جائیگی۔ پاسِ انفاس اور حضورِ دائمی کے مقامات حاصل ہو جائینگے۔ مستجاب الدعوات بن جاؤ گے، ربُّ العالمین نے چاہا تو آپ کو روحانی مناصب پر سرفراز فرمادے گا۔ الہام و کشف وکرامات شروع ہو جائینگے۔ پیرِ کامل کی صحبت سے آپ کو تعلق مع اللہ حاصل ہو کر ایک نسبت حاصل ہو جائیگی۔ قرب الٰہی اور حبِ خدا و رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اسی طرح آپ اطاعت اللہ واطاعتِ رسول مع الاخلاص کے بہترین زیور سے آراستہ ہو جاؤ گے۔ حیاتِ دنیوی میں چین و سکون اورآخرت کی فلاح نصیب ہو جائیگی۔ دیکھئے کس

قدر عجیب وغریب انقلابات وفیوضات صحبتِ اولیاء سے معرضِ وجود میں آجاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار:

ہمارے مشائخ میں مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہٗ العزیز اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہیں:

بکارِ نیک گردد یاورِ تُو بکُوئے نیک نامی رھبرِ تُو

آپ کے لئے نیک کاموں میں مددگار ثابت ہو جائے اور نیک نامی کی طرف آپ کی رہنمائی کرے۔

چنین یارے کہ یابی خاک اوشو اسیر حلقۂ فتراک اوشو

جب ایسا یار مل جائے تو اُس کے لئے خاک بن جاؤ۔ اسکے پیزار کے تسمے کا اسیر بن جاؤ۔

مکن با صوفیانِ خام یاری کہ باشد کارِ خامان خام کاری

ناقص صوفیوں سے دوستی مت کر کہ ناقصوں کا کام ناقص ہی ہوتا ہے۔

[دلائل السلوک (صفحہ 318) مصنفہ اعلیٰ حضرت جی علامہ اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ]

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں رہبر کامل عارف باللہ کو تلاش کرنے کی تلقین کی ہے اور پھر اسی عارف

باللہ کے حلقہ بگوش ہونے کا بھی ارشاد فرمایا ہے اور اسی کے ساتھ علامہ جامی رحمہ اللہ نے جعلی اور نقلی پیروں سے اجتناب کا اشارہ بھی اپنے اشعار میں ظاہر فرمایا ہے۔

کثرتِ ذکر کی وجہ:

اولیاء اللہ و مشائخِ طریقت اپنے مریدوں اور شاگردوں کو کثرت ذکر کا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

اَلشَّيْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ اِبْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَاللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔

(مشکوۃ۔ بابُ ذکر اللہ والتقرب الیہ، الفصل الثالث)

"شیطان قلبِ انسان کے ساتھ چمٹا ہوتا ہے جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے جب انسان غافل ہو جاتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے"۔

اس ازلی اور خبیث دشمن شیطان سے چھٹکارا ذکرُ اللّٰہؐ ہی کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے۔

ذکرُ اللّٰہ ہی قلوب کیلئے صیقل اور ظلماتِ قلوب کیلئے اُجالا ہے۔

لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ (الحدیث)

(مشکوٰۃ۔ بابُ ذکر اللہ والتقرب الیہ، الفصل الثالث)

"ہر شئے کو صاف کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے اور دِلوں کی صفائی اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذکر سے ہوتی ہے"۔

ذکرُ اللّٰہ مُردہ دِلوں کو حیات بخشتا ہے جس سے تعلق مع اللّٰہ کا راستہ کُھل جاتا ہے اور فلاحِ آخرت نصیب ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾

(۳۳۔سُوْرَةُ الْاَحْزَاب۔پارہ 22)

"اے ایمان والو ذکرِ الٰہی بہت زیادہ اور کثرت کے ساتھ کیا کرو"۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ آیت پر علامہ صاوی رحمہ اللہ کی عجیب تحقیق:

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾

(سورۃ البقرۃ۔پارہ 2)

صاوی شارح جلالین نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں دو طریقے اختیار کئے ہیں۔

(1) اُذْكُرُوْنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّحْمِيْدِ وَاِنَّمَا قَالَ بِالصَّلٰوةِ لِاَنَّ الذِّكْرَ اِمَّا بِاللِّسَانِ اَوْ بِالْجَوَارِحِ اَوْ بِالْجَنَانِ وَالصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ لِكُلِّ ذِكْرٍ فَالْقِرَاْءَةُ وَالتَّكْبِيْرُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالدُّعَاءُ ذِكْرٌ لِسَانِيٌّ

وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُذِكْرٌ بِالْجَوَارِحِ وَالْخُشُوْعُ وَالْمُرَاقَبَةُ ذِكْرٌ قَلْبِيٌّ۔

ترجمہ: میرا ذکر کیا کریں، نماز ، تسبیح ، تہلیل اور تحمید کیساتھ اور یہ جو فرمایا کہ میرا ذکر کریں نماز کیساتھ یہ اس لئے کہ ذکر زبان یا اعضاء یا دل سے ہوا کرتا ہے اور نماز ہر ایک کیلئے جامع ہے۔ قراءۃ، تکبیر، تسبیح اور دعا ذکرِ لسانی ہے۔ رکوع اور سجدہ اعضاء کیساتھ ذکر ہے۔ خشوع اور مراقبہ ذکرِ قلبی ہے۔

(2) اَذْكُرْكُمْ۔ قِيْلَ مَعْنَاهُ اُجَازِيْكُمْ اَوْ هٰذَا مُشَاكَلَةٌ لِمَا سَبَقَ۔

بعض مفسرین نے اَذْكُرْكُمْ کا معنی اُجَازِيْكُمْ کیساتھ کیا ہے یا اَذْكُرْكُمْ کو اُذْكُرُوْنِيْ سے مُشَاكَلَة کی وجہ سے ارشاد فرمایاہے۔ اُجَازِيْكُمْ کا معنی ہے "میں آپ کو جزاء دونگا یعنی تم میرا ذکر کرو تو میں آپ کو جزاء دونگا۔"

وَفِي الْحَدِيْثِ عَنِ اللّٰه مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْ مَلَئِهٖ فَهُوَ حَدِيْثٌ قُدْسِيٌّ " فِيْ نَفْسِهٖ " اَىْ خَالِيًا وَبَعِيْدًا عَنِ الْخَلْقِ " ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ " اَىْ اُعْطِيْهُ عَطَايَالَايَعْلَمُهَا غَيْرِىْ" وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأٍ " اَىْ فِيْ النَّاسِ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَأٍ اَىْ اَعْطَيْتُهٗ عَطَايَا ظَاهِرَةً لِعِبَادِىْ وَاُظْهِرُ فَضْلَهٗ لَهُمْ۔

ترجمہ: حدیثِ قدسی ہے کہ جو شخص میرا ذکر اپنے نفس میں کرتاہے تو میں بھی اس کا ذکر اپنے نفس میں کرتاہوں اورجو شخص میرا ذکر جماعت میں کرتاہے تو میں اسکا ذکر ایسی جماعت میں کرتاہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہو۔فِيْ نَفْسِهٖ کامطلب یہ ہے کہ جو شخص میرا ذکر خلوت میں لوگوں سے دور کرتاہو تو میں اس کو ایسے عطایا دیتا ہوں جس کا علم میرے سوا اورکسی کو نہیں ہوتاہے۔فِيْ مَلَأٍ کامطلب یہ ہے کہ جو

شخص میرا ذکر جماعت میں کرتا ہو تو میں اس کو ایسے
عطایا دیتاہوں جو میرے بندوں کو ظاہر ہو اوراس کی
فضیلت لوگوں میں ظاہر کر دیتاہوں۔

صاوی نے آیتِ کریمہ کی ایک اور تفسیر بھی کی ہے:

اذکرونی تذللوا لجلالی اذکرکم اَکْشِفُ الحجب عنکم وافیض علیکم رحمتی واحسانی واحبکم وارفع ذکرکم فی الملأِ الاعلیٰ لما فی الحدیث"من تقرب اِلَیَّ شبرا تقربت منه ذراعاً"۔ وفی الحدیث ایضاً "ان اللّٰہ اذا احب عبدا نادی جبرائیل فقال له یا جبرائیل انی احب فلانا فأحبه جبرائیل ثم ینادی فی السماءان اللّٰہ یحب فلانا فأحبوه فیحبه اهل السماءثم یوضع له القبول فی الارض"۔ وهذا من جملة الثمرات المعجلة واما المؤجلة فرؤیة وجه اللّٰہ الکریم ورفع الدرجات وغیرذالک۔

ترجمہ: "اذکرونی" میرے جلال اوربڑائی کے سامنے تابع ومتواضع بن جاؤ، ''اذکرکم'' میں تمہارا حجاب اُٹھادونگا اورتم پر اپنی رحمت اوراحسان کا فیضان کرونگا۔ اور میں تمہیں اپنا محبوب بنادونگا۔ اور تمہارا ذکرِ خیر ملاءِ اعلیٰ میں بلند کردونگا۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں ہے کہ "جو شخص ایک بالشت میرا تقرب حاصل کرلیتاہے تومیں ایک گز اس کے قریب ہوجاتاہوں"۔ اوراسی طرح حدیث میں ہے کہ "بیشک جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتاہے۔تو جبرائیلِ امین کو ندا کرتاہے اوراس کو فرماتاہے کہ اے جبرائیل میں فلاں شخص کیساتھ محبت کرتاہوں پس جبرائیل علیہ السلام اس سے پیار ومحبت شروع کرتے ہیں پھر جبرائیلِ امین آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم

بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے اس سے محبت شروع کرتے ہیں پھر زمین میں اس کو قبولیت حاصل ہو جاتی ہے"۔ یہ سب ثمرات معجلہ یعنی دنیا میں جلدی ملنے والے ہیں اور ثمرات مؤجلہ یعنی اُخرویہ یہ ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات سے ملاقات نصیب ہو جائیگی اور بلند درجات پر فائز ہو جائیں گے، وغیرہ۔

شارح جلالین اسی آیت کے ذیل میں آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

وینبغی للانسان ان یذکر اللّٰہ کثیرا لقولہ تعالیٰ: "والذاکرین اللّٰہ کثیرا والذاکرات اعد اللّٰہ لھم مغفرۃ واجراعظیماً"۔ ولا یلتفت لواش ولارقیب لقول السید الخفی خطاباً لعارف باللّٰہ تعالیٰ استاذنا الشیخ الدردیر:

"اور چاہیئے کہ انسان ذکرُ اللہ کثرت کیساتھ کیا کرے بوجہ اس ارشادِ باری تعالیٰ "اور وہ مرد جو اللہ کا ذکر

کثرت کیساتھ کرتے ہیں اور وہ عورتیں جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اوراجرِ عظیم تیار کرر کھاہے"۔ اورچاہیئے کہ انسان کسی چغل خور یارقیب کی طرف التفات نہ کرے جیسا کہ سید خفی نے ہمارے استاد شیخ الدردیر عارف باللہ کوارشاد فرمایا ؎

یا مبتغی طرق اهل التسليك
دع عنك اهل الهوى تسلم من التشكيك
ان اذكرونى لرد المعترض يكفيك
فاجعل سلاف الجلالة دائما فى فيك

"اے اہلِ سلوک کے طریقوں کے متلاشی، خواہش پرستوں کو اپنے سے دور ہٹادو اورشک کرنے سے سالم رہو، اوریہ کہ ارشاد باری تعالیٰ "اذکرونی" آپ کو معترضین کے ردکیلئے کافی ہے

اور لفظ اَللّٰہُ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی مٹھاس اپنے دہن میں ہمیشہ قائم رکھو۔"

ولا تترک الذکر لعدم حضورک مع الله فیه فربما ذکر مع غفلة یجرلذکر مع حضور لانهم شبهوا الذکر بقدح الزناد فلایترک الانسان القدح لعدم ایقاده من اول مرة مثلا بل یکرر حتی یوقد فاذا ولع القلب نارت الاعضاء فلا یقدر الشیطن علی وسوسته لقوله تعالیٰ:"ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطن تذکروا" وخفت العبادة علی الاعضاء فلایکون علی الشخص کلفة فیها ۔قال العارف:

"اگر دورانِ ذکر **حضور مع** اَللّٰہُ حاصل نہ ہو تو اسکی وجہ سے ذکر مت چھوڑو کیونکہ اکثر ذکر مع غفلت سے ذکر مع حضور حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے ذکر کی مشابہت چقماق سے آگ نکالنے کیساتھ دی ہے (یہ دو

سفید چمکدار پتھر ہوتے ہیں اگر ایک کو دوسرے پر مار دے تو اس سے آگ نکلتی ہے، پہلے زمانہ میں لوگ اس کے ساتھ آگ جلاتے تھے) پس انسان چقماق کو نہیں چھوڑتا اگر پہلی مرتبہ آگ نہ نکلے بلکہ بار بار اس کو مارتا ہے، یہاں تک کہ آگ نکل آئے پس جب ذکر قلب میں داخل ہو جائے تو اعضاء روشن ہو جاتے ہیں۔ پھر شیطان اس کے وسوسہ پر قادر نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا۔ جب متقین کو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے تو وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ اعضاء پر عبادت آسان ہو جاتی ہے پس آدمی کو اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ ایک عارف نے فرمایا ہے:

اذا رفع الحجاب فلا ملاله
بتكليف الاله ولا مشقة

جب حجاب اٹھادیا جاتا ہے تو ربُّ العٰلمین کے اوامر ونواہی کو بجا لانے میں کوئی تھکاوٹ ہوتی ہے نہ مشقت"۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ آیت پر علامہ صاوی رحمہ اللہ کا ایمان افروز بیان:

شارح جلالین صاوی قرآن کریم کی آیتِ کریمہ "صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً " کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفی هذه الاية بشرى للمؤمنين عظيمة وهى ان الايمان فى القلب كالصبغ المتقن فى الثوب فكما لايزول الصبغ من الثوب كذالك الايمان لا يزول من القلب لان صبغة الله لا احسن منها ولذا قيل ان موت المؤمن على غير الايمان نادر

كالكبريت الاحمر والمراد من الصبغة الانوار الكائنة فى القلب والاعضاءلان الايمان لايكمل الااذاصبغ به كصبغة الثوب قال تعالىٰ "سيماهم فى وجوحهم من اثرالسجود" قال تعالىٰ : "نورهم يسعى بين ايديهم وبايمانهم" و فى الحديث "لو كشف عن نور المؤمن العاصى لاضاءما بين المشرق والمغرب" وانما انحجب عنه ليتم وعد الله ووعيده۔

"اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کیلئے ایک عظیم خوشخبری ہے وہ یہ کہ قلب میں ایمان ایسا ہے جیسا کہ کپڑے میں پکّا رنگ ہو جس طرح رنگ کپڑے سے نہیں اترتا اسی طرح ایمان دل سے زائل نہیں ہوتاہے کیونکہ اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کے رنگ سے اورکسی کا رنگ اچھا نہیں ہوسکتاہے۔ اوراسی وجہ سے کہاجاتاہے کہ موٴمن کی موت غیر ایمان پرنادر ہے جیسا کہ سرخ کبریت نادر ہے۔ اورصبغة سے مراد وہ انوارات ہیں جو قلب

اوراعضاء میں موجود ہیں۔ کیونکہ ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کے ساتھ رنگ نہ ہو۔ جیسا کہ کپڑے کا رنگ۔ اللہ ﷻ فرماتاہے: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نشانی ان کے چہروں میں سجدوں کے آثار ہیں"(یعنی چہرے نورانی ہیں) اوردوسری جگہ اللہ ﷻ نے فرمایا: "ان کے سامنے اوران کے دائیں جانب ان کا نور رواں دواں ہو گا"۔ اور حدیث میں ہے۔ "اگر ایک گناہ گار مؤمن کے نور سے پردہ ہٹا دیاجائے تو مشرق تامغرب کو روشن کردے گا"۔ اوراس نور کو اس سے حجاب میں رکھاگیا تاکہ اللہ ﷻ کا وعدہ اوروعید پوراہوجائے"۔

دیکھئے۔شارح جلالین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں کثرتِ ذکر کی اہمیت وفضیلت وثمرات پوری تفصیل کیساتھ بیان کئے، اور فرمایاکہ مؤمن کے قلب اوراعضاءانواراتِ الٰہی سے

منور ہیں۔ لیکن اس پر حجاب ہے، کثرتِ ذکر کی وجہ سے یہ حجاب اٹھ کر انوارات ظاہر ہوجاتے ہیں جو اسی ذاکر عارف کو نظر آجاتے ہیں اور شیطان کے مکر و فریب سے یہی عارف محفوظ ہوجاتاہے۔ جو کہ مستلزم ہے خاتمہ بالایمان کیلئے اور بس یہی ہے حیاتِ دنیوی کا مرام اور مقصد۔

کشفِ انوارات پر اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ اور مرشدی حضرت محمد اَحسن بیگ صاحب مدظلہٗ العالی کی تصریح:

ہمارے اعلیٰ حضرت جی علامہ اللہ یار خان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب بے بدل دلائل السلوک[1] (صفحہ 208) میں زیادہ تفصیل کیساتھ اس حقیقت کو واضح فرمایاہے کہ حجاب بھی عذاب کی ایک قسم ہے، كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

1۔ اس رسالہ میں دلائل السلوک، طباعت بارِ اول 1992ء (ادارۂ تالیفاتِ اُویسیہ) کا حوالہ دیا گیا ہے۔

لَّمَحْجُوْبُوْن۔اہلِ جنت کو دیدارِ الٰہی نصیب ہوگااوراہلِ جہنم اس نعمتِ عظمٰی سے حجاب میں ہونگے اسی طرح دنیا میں حجاب کا اُٹھ جانا اورانوارات کا نظر آجانا نعمتِ خداوندی اور اس سے محروم ہوجاناکم نصیبی ہے۔

ہمارے حضرت جی مرشدی محمد احسن بیگ صاحب دورانِ معمول جب دوبارہ لطیفۂ قلب پر پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ سب لطائف کے انوار قلب پر جمع ہوگئے اور پھر تمام مراقبات کے دوران فرماتے ہیں کہ انوارات بارش کی طرح برس رہے ہیں اوراس کے مختلف الوان متعین فرماتے ہیں۔انشاءاللہ آگے اس کا بیان آرہاہے۔

کشفِ انوارات کے متعلق مولانا شاہ عبد العزیزؒ کا قول:

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ 122 کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں

"شیخِ مجدد کے تابعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر لطیفے کا نور جدا اور رنگ علیحدہ ہے تو قلب کا نور زرد ہے اور روح کا نور سرخ ہے اور سِر کا نور سفید ہے اور خفی کا نور سیاہ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے۔" دیکھئے یہاں بھی انوارات کے مختلف الوان کا ذکر ہے۔ انوارات کا نظر آجانا کشف وکرامت ہے لیکن حضرت جی کا مقام تو اس سے بہت بلند وبالا ہے۔

مقامِ حضرت جی دام ظلہٗ کا مختصر تبصرہ:

حضـــرت جی تو آپ کو وہ تار بھی دکھاسکتے ہیں جو روحانی فیض پہنچانے کیلئے قلبِ مرشد سے قلبِ مرید تک بطور کنکشن موجود ہو اگر یہ تار محفوظ اور موجود ہو تو مرشد کا فیض مرید تک پہنچتا رہے گا ورنہ فیض پہنچنا تو درکنار بلکہ حاصل شدہ فیض بھی ضائع ہوجائے گا۔ ہمارے اجتماعات میں مرشدی حضـــرت جی کے شاگرد اور مرید حضرت جی کی وہ کرامات بیان کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتاہے کہ اِس زمانے میں

بھی ایسی شخصیات موجود ہیں بلکہ مرشدی کے شاگردوں کی کرامات سن کر بھی دنیائے حیرت میں انسان گھومنے لگتاہے۔اور یہ اصحابِ کشف وکرامات حضرات بحمدہٖ تعالیٰ اب بھی حیات ہیں۔ خود انہی کی زبانی انکی کرامات اور مکاشفات سننے کے خواہشمند تشریف لاسکتے ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ شمول در حلقۂ سالکین اِخلاص سے ہویعنی صرف رضائے الٰہی اور فلاحِ آخرت مقصود ہو نہ کہ کشف وکرامت یاکوئی دنیوی غرض، تب ہی ذکر کے ثمرات مرتب ہونگے۔طالبِ کشف یا طالبِ لذت بھی طالبِ خدا نہیں۔

وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ آیت پرعلامہ صاوی رحمہ اللہ کی علمی تحقیق:

علامہ صاوی رحمہ اللہ نے وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ آیتِ کریمہ کے ذیل میں لکھا ہے ۔"واشکرو نعمتی

بالطاعۃ لا باللسان فقط۔۔ میری نعمت کا شکر میری اطاعت کیساتھ کرو نہ کہ صرف زبان سے۔" اور فرمایا کہ اس میں نکتہ اہلِ ذکر کے مقاصد کو بیان کرنا ہے کیونکہ ذکر میں مختلف مقاصد ہوتے ہیں پس جس کا مقصد ذکر سے صرف دنیا ہو تو وہ ذلیل آدمی ہے اور جس کا مقصد ذکر سے دخولِ جنت اور نجات من النار ہو تو یہ پہلی قسم سے بہتر ہے۔اور جس کا مقصد ذکر سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے اوراس پر انعامات کئے ہیں تو یہ شخص مقربین میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا؟"۔

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اس ذات کی اطاعت ہو نافرمانی نہ ہو اور یہ کہ اس ذات کا ذکر کیا جائے کبھی نسیان نہ ہو اور یہ کہ اس کا شکر ادا کیا جائے کفران نہ ہو۔اوریہی وجہ ہے کہ اولیاءکرام کی زندگی کا کوئی لمحہ ذکرِ الٰہی سے خالی نہیں

ہوتا ہے۔ جیسا کہ رب العٰلمین نے اپنے مُعَجِزْ کلام قرآنِ عظیم الشان میں ارشاد فرمایا ہے:

اَ لَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

(آیت 191، پارہ4، سورۃ اٰل عمرٰن)

ترجمہ: "وہ جو یاد کرتے ہیں اللّٰہ ﷻ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور غور کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔"

صبح و شام ذکر کا معمول کرنے پر قرآنِ کریم سے استدلال:

قرآنِ کریم نے کئی آیتوں میں صبح شام ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

(آیت205،پارہ9، سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف)

ترجمہ: "اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں، گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی اواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو، صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر۔" (صبح و شام ذکر کے معمول سے محروم حضرات زمرۂ غافلین میں شمار ہوتے ہیں جس سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔)

صبح و شام ذکر کا معمول کرنے پر احادیث سے استدلال:

آقائے نامدار محمد ﷺ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کی احادیث مبارکہ میں بھی انہی دونوں اوقات کو ذکرِ الٰہی کیلئے مختص کرنے کی فضیلت موجود ہے۔ فرمایا:

روی البیهقی عن انس رضی اللّٰہ عنه قال لانی ا ذ کر اللّٰہ مع قوم بعد صلوۃ الفجر الے طلوع الشمس احب الی من الدنیا وما فیها ولانی اذکراللّٰہ تعالیٰ بعد صلوۃ العصر الے ان تغیب الشمس احب الی من الدنیا وما فیها۔

(دلائلُ السلوک، صفحہ 186)

"بیہقی نے حضرت انس رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کی روایت بیان کی ہے کہ **حضور** صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ چیز مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے کہ ذاکرین کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ افتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ آفتاب تک ذکرِ الٰہی کیا کروں"۔

مجالسِ ذکر قائم کرنے پر قرآن کریم سے استدلال:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔

(آیت 28، پارہ15، سُوْرَةُ الْكَهْف)

ترجمہ: "اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں
اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اُسکی رضا کے۔"

دیکھئے اس آیت کریمہ میں رب العلمین نے اپنے محبوب صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کو ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھنے کا حکم فرمایا جو صبح شام اپنا معمول ذکرِ الٰہی کو اجتماعی شکل میں کرنے کی پابند ہو۔ جس سے ذکر کی اجتماعی صورت کا ثبوت مل جاتا ہے۔

مجالسِ ذکر قائم کرنے پر احادیث سے استدلال:

احادیثِ مبارکہ میں مجالسِ ذکر قائم کرنے کا ثبوت بھی ملتا ہے:

عن ابی رزین رضی اللہ عنہ انه قال له رسول الله
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ الا ادلک علی ملاک هذا
الامر الذی تصیب فیه خیرالدنیا والآخرة
علیک بمجالس اهلِ الذکر۔

(بحوالہ دلائلُ السلوک صفحہ 186)

" **حضورِ اکرم** صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹ لو۔۔ سنو مجالسِ ذکر کو لازم پکڑو۔"

"عن انس رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُ قال قال رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ اذا امررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حِلَقُ الذکر رواہ الترمذی۔

(مشکوة۔باب ذکر اللہ والتقرب الیہ الفصل الثانی)

حضرت انس رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللّٰہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو اُن میں خوب چرو۔ صحابہ رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُمْ نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں ؟ تو حضور صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ذکرُ اللّٰہ کے حلقے۔"

اجتماعی شکل میں صبح و شام ذکرِ الٰہی کرنے کا ثبوت مندرجہ بالا احادیثِ مبارکہ میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عہد رسالت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ میں ذکر کی مجالس اور ذکر کے حلقے قائم کرنے کا اہتمام موجود تھا۔ لیکن ہم اس سے غفلت کرتے ہیں۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مجالسِ ذکر کے انعقاد کا اہتمام:

خیرالقرون ومابعدہٗ ادوار میں سلف صالحین مجالسِ ذکر منعقد کرنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے:

"وفی المدخل لابن الحاج المالکی قال المالکی ان السلف الصالحین کانوا یجلسون بعد الصبح والعصر فی المسجد لهم زمزمة و دوی کدوی النحل۔

(بحوالہ دلائل السلوک، صفحہ 181)

مدخل ابن حاج مالکی میں ہے کہ سلف صالحین (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) نمازِ فجر اور عصر کے بعد

مسجد میں حلقۂ ذکر قائم کرتے تھے ۔ان کے ذکر کی آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی تھی"۔

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ میں صبح و شام مساجد میں مجالسِ ذکر کا انعقاد ہوتا تھا۔ ذکر کے حلقے قائم ہوتے اور ذکرِ خفی کا اہتمام کیا جاتا۔ دیکھئے اسی مُردہ سنت کا احیاء صوفیائے کرام ہی کا حظ ہے اور اس دور میں صرف سالکین ہی اس پر عمل کر رہے ہیں۔

ذکرِ قلبی کی افضلیت پر قرآن کریم سے استدلال:

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

(آیت205، پارہ9، سُوْرَةُ الْاَعْرَاف)

ترجمہ: "اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں، گڑگڑاتا ہوا اورڈرتا ہوا اورایسی اواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو، صبح کے وقت اورشام کے وقت اور مت رہ بے خبر۔"

ذکر کی بہتر صورت ذکرِ قلبی اور خفی ہے کہ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ سے مراد ہی فی قلبك ہے۔یعنی دل میں اپنے رب کا ذکر کیاکرو۔ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ نے اسکی مزید وضاحت فرماکر ذکرِ خفی ہی منصوص اور متعین کر دیا۔

ذکرِ قلبی کی افضلیت پر احادیثِ مبارکہ سے استدلال:

احادیثِ مبارکہ میں بھی **نبی کریم** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ نے ذکرِ خفی کو بہتر ذکر ارشاد فرمایاہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ یقول خیرالذکر الخفی۔

(بحوالہ دلائل السلوک، صفحہ 177)

"ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے **حضور** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے سنا کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے"۔

"عن عائشۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قالت کان النبی علیہ السلام یذکر اللّٰہ علیٰ کل احیانہ ۔

(دلائل السلوک، صفحہ 192)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے"۔

(تمام اوقات میں نیند اور کھانے پینے کے اوقات بھی شامل ہیں۔ کیونکہ حدیث میں "کلُ احیانہ" لفظ آیا ہے اور تمام اوقات میں ذکر کا جاری رہنا ذکرِ قلبی ہی میں ممکن ہے۔)

قرآن کریم نے اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا آیت میں کثرت ذکر کا جو حکم فرمایاہے اس پر بھی عمل ذکرِ خفی اورذکرِ قلبی ہی کی صورت میں ممکن ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ اُویسیہ میں صبح و شام ذکرِ خفی کا اہتمام:

ذکرِ خفی یا پاس انفاس کا نقشبندیہ کے ہاں خاص اہتمام کیاجاتاہے۔سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں صبح تہجد پڑھنے کے بعد اورشام کو بعد نمازِ مغرب اجتماعی طور پرذکرِ خفی سانس کے ذریعے کرنے کامعمول ہے جوکہ پاس انفاس کے جاری ہونے میں زیادہ موئثرہے۔

سانس کے ذریعے ذکر کی اہمیت:

انسان کی حیات اورممات کاتعلق سانس ہی سے ہے۔جب جسم سے سانس کاتعلق ختم ہوجائے تو نبض اوردل کام

چھوڑ جاتا ہے اوراب اس انسان کو مُردہ کہا جاتا ہے ۔ لہٰذا جسمِ انسانی کے اجزاء میں اہم جزء سانس ہے نیز سانس پورے بدن کے ہر جزء میں جاری اور ساری ہے تو جب سانس کو ذاکر بنانے کی مشق ہوتی رہی ہو تو پورے بدن کے ہر جزء کو ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھنے کا موقع بہم میسر ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض حضرات اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ جب ان کے جسم کے زخم سے خون نکل جاتا ہے۔ تو وہ خون زمین پر پھیلتے ہوئے لفظ اللّٰہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی بذریعہ سانس ذکر کرنے کے طریقے کی تعلیم:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب زیرِ عنوان "مشائخ چشتیہ کے اشغال" "**القول الجمیل**[1]" میں پاس انفاس یعنی سانس کے ذریعے ذکر کرنے کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں:

1۔ اس رسالہ میں **القول الجمیل** کے تمام حوالہ جات مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور سے دیئے گئے ہیں۔

واذا اردت پاس انفاس فکن متیقظا واقفا علی انفاسک فکلما خرج النفس فقل مع خروجه لااله کانک تخرج محبة کل شئ سوی اللّٰه من باطنک واذادخل النفس فقل مع دخوله الا اللّٰه کانک تدخل وتثبت محبة اللّٰه فی قلبک۔

ترجمہ: "اور جب تُو پاس انفاس کا ارادہ کرے تو بیدار اور اپنے دموں پر واقف ہو جا، پھر جب دم باہر کو نکلے تو اس کے نکلنے کے ساتھ لااله کہہ گویا ہر چیز کی محبت تُو سوائے خدا کے اپنے باطن سے نکالتا ہے اور جب دم اندر کی طرف آئے تو اس کے داخل ہونے کیساتھ الااللّٰہ کہہ ، گویا تو داخل کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے محبتِ الٰہی کو اپنے دل میں۔

(شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل صفحہ 80)

اسی طرح مشاغلِ قادریہ میں پاس انفاس کا طریقہ تحریر فرماتے ہیں:

بان یکون متیقظا مطلعا علی انفاسه فاذاخرج النفس بطبیعته من غیرقصده قل لااله بلسان القلب واذادخل قل مع دخوله الااللّٰه قال الا کابر وهذا پاس انفاس وله اثرعظیم فی نفی الخواطر وزوال حدیث النفس۔

ترجمہ: "کہ ذاکر بیدار ہو اور ہوشیار ہوجاوے ،اپنے دموں پر آگاہ رہے پھر جب دم باہر نکلے خودبخود بدون اپنے ارادے اور قصد کے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لاالہ پھر جب سانس اندرکوجاوے خودبخود تو اندر آنے کے ساتھ ہی الااللّٰہ کہے ۔طریقت کے بزرگوں نے کہا کہ اس ذکرکانام پاس انفاس ہے اوراسکا بڑا اثرہے۔نفیِ خطرات اوروسواس کے دور ہوجانے میں ۔"

(شفاءالعلیل ترجمہ "القول الجمیل "صفحہ 64)

امام ربانی محدث دہلوی نے تیسری جگہ مشاغل نقشبندیہ میں سانس کے ساتھ ذکر کا طریقہ ارشاد فرمایاہے۔ حضرت شاہ صاحب نے تو ذکر کے اور بھی مختلف طریقے تعلیم فرمائے ہیں۔ تصوف کے شائقین اس کو دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا بذریعہ سانس ذکر کرنے کا طریقہ:

سید الطائفہ حاجی امدادالله مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "ضیاءالقلوب[1]" میں سانس کے ساتھ ذکر کا طریقہ تحریر فرمایاہے:

"سانس باہر کرتے وقت لفظ اَللہُ کو سانس میں لائے اور سانس لیتے وقت " ھُو" کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر وباطن ہر جگہ اَللہُ سبحانہ وتعالیٰ ہی کا ظہور ہے اور ذکر کی اس قدر زیادتی کرے کہ سانس ذکر کی عادی ہو جائے اور حالت بیداری وغفلت میں ذاکر رہے

1۔ ضیاء القلوب مطبوعہ مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور۔

اور پاس انفاس سے بہرہ ور اور ماسوائے اللہ ﷻ سے قلب بالکل صاف ہو جائے چونکہ یہ ذکر قلب کو بالکل صاف اور کدورتوں سے پاک کر کے انوار الٰہی کا مھبط بنا دیتا ہے اس وجہ سے اس کو اصطلاحِ صوفیہ میں جاروبِ قلب کہتے ہیں"۔

(ضیاء القلوب صفحہ 37)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ سلسلہ اُویسیہ کی دیگر روحانی طریقوں پر برتری اور رعب ہے:

اعلٰی حضرت جی علامہ اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ دلائل السلوک صفحہ 362 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ھمعات سے نقل فرماتے ہیں:

این طریقه بحقیقت همه اویسیه است و متوسلان این طریق در روحانیاں علو ومهابتے دارند واما القادریة فقریبة من الاویسیة الروحانیة۔

"یہ سارا طریقہ حقیقت میں اویسیہ ہے اوراس طریقے کے متوسلین روحانی حضرات میں برتری اوررعب رکھتے ہیں۔"

بذریعہ سانس ذکر پر اشکال کا جواب:

سانس کے ذریعے ذکر کرنا نقشبندیہ اویسیہ کا معمول ہے چونکہ یہ قرب الٰہی حاصل کرنے اور حضور مع اللّٰہ پیدا کرنے کے لئے مد، معین اورآلہ ہے جیسے علم صرف و نحو آلہ اور مد ہیں کلام اللّٰہ ،حدیث شریف اور فقہ کی عبارتیں صحیح پڑھنے کیلئے۔ لہٰذا اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق کسی کو بھی نہیں۔

عہدِ حاضر میں علم الصرف اور علم النحو کی مروجہ کتب خیر القرون میں نہیں تھے نہ عہدِ رسالتؐ میں تھے نہ عہدِ

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں تھے اور نہ ہی موجودہ درس و تدریس، امتحانات و نتائج کا طریقہ کار اس زمانے میں موجود تھا۔ لیکن اس کو ہم بدعت نہیں کہتے اور نہ اس پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ علم الصرف وغیرہ کا سیکھنا بالذات مقصود نہیں بلکہ اس کے سیکھنے سے ہم کو قرآن و حدیث سیکھنے میں مدد مل جاتی ہے۔ لہذا یہ علوم خود مقصود نہیں بلکہ جو علوم مقصود ہیں ان کے سیکھنے اور ان کا فہم حاصل کرنے کیلئے یہ ممد اور آلہ ہیں اور جب اس کی حیثیت آلہ کی ہے تو اس میں جو طریقہ زیادہ مؤثر ہو اسی کو اختیار کرنا ہو گا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں عروج بھی آسکتا ہے اور تنزل بھی۔ دیکھتے نہیں ہمارے ہی دور میں علمِ صرف وغیرہ کی کتابوں میں کئی تبدیلیاں آگئیں اور پڑھائی کا طریقۂ کار بھی بدلتا رہتا ہے اور یہی کوشش ہوتی ہے کہ وقت کے تقاضا کے مطابق کتابوں کی پڑھائی ہو۔ لیکن اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح تصوف کے سلاسلِ اربعہ کے مشائخ نے

بھی ذکر کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو ان کو زیادہ مؤثر معلوم ہوا۔ باوجودیکہ یہ حضرات اصحابِ کشف بھی تھے اور مقصود تو توجہ الی اللہ کا حصول ہے یعنی توجہ الی اللہ غالب ہو جائے توجہ الی غیر اللہ پر اور صبح و شام مجالسِ ذکر کے انعقاد سے بحمدہٖ تعالیٰ توجہ الی اللہ حاصل ہو جاتی ہے اگر کسی عارف باللہ کی رہبری حاصل ہو۔ جعلی اور موروثی پیروں کا شکار نہ ہو۔

معترضین کو جواب بزبانِ محدث دہلوی رحمہ اللہ :

محدث دہلوی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی معترضین کا جواب القول الجمیل میں دیاہے، فرمایا:

"ولعلک تقول ما الحکمة فی اشتراط الضربات والتشدیدات ومراعاۃ اما کنها فاقول جبل الانسان علی التوجه الے الجهات والاصغاءالے ایقاءالنغمات وان تدور فی نفسه الاحادیث والخطرات فوضعوا هذا

الوضع سدا للتوجه الے غير نفسه وكبحا عن خطور الخطرات الخارجة ليتدرج منه الے قصر التوجه على اللّٰه تعالیٰ ۔''

ترجمہ: "اور شاید کہ تو کہے اے سالک کہ کیا حکمت ہے ضربات اور تشدیدات کے شرط کرنے میں اور کیا فائدہ ہے ان کے مکانات کی مراعات میں تو میں جواب میں کہتا ہوں کہ انسان مخلوق ہے جہاتِ مختلفہ کی طرف متوجہ ہونے پر اورآوازوں کی طرف کان لگانے پر اوراس پر مجبول ہے (یعنی اس کی جبلت اور طبیعت میں ہے) کہ اس کے دل میں باتیں اور خطرات گھوما کریں تو علمائے طریقت نے یہ طریقہ نکالا اپنے غیر کی طرف متوجہ ہونے کے روک دینے کا اور خطرات بیرونی کے آنے سے باز رکھنے کا تاکہ آہستہ آہستہ اپنی ذات سے

بھی توجہ ٹوٹ کر اس کا دھیان فقط اللہ پاک سے لگ جاوے۔"

(شفاء العلیل ترجمہ "القولُ الجمیل" صفحہ 60)

معترضین کو جواب بزبانِ مولانا شاہ عبد العزیزؒ :

مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ صاحب کتابِ مذکور کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:

"اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکارِ مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسباتِ مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے۔ بعض صورت میں کسرِ نفسی ہے اور بعض جلسے میں خشوع اور خضوع ہے اور بعض میں جمعیتِ خاطر اور دفعِ وسواس ہے اور بعض میں نشاط ہے اسی بھید کی جہت سے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ

نے کولہے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے کو منع فرمایا ہے
کہ یہ اہلِ نار کی شکل ہے۔ اس واسطے کہ ایسی ہیئات میں
اکثر کاہلی اور فتور نشاط ہوتا ہے اور وہ منافی ہے سر گرمئ
عبادات کا، تو اس کو یادر کھنا چاہیئے۔یعنی ایسے امور کو
خلافِ شرع یا داخل بدعاتِ سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ
بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔"

(شفاء العلیل ترجمہ "القولُ الجمیل" صفحہ 61)

معترضین کو جواب بزبانِ مترجم "القول الجمیل" محترم خرم علی صاحب رحمہ اللہ :

کتاب مذکور کے مترجم خرم علی رحمہ اللہ ایک مقام پر
حضرت شاہ صاحب کے قول پر بطور تفریع فرماتے ہیں۔
"حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم
النظیر سے شبہاتِ ناقضین کو جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ بعض
نادان کہتے ہیں۔ کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے

اشغالِ مخصوصہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیائے طریقت رحمہم اللہ نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں وہ امر زمانِ رسالت سے اب تک برابر چلا آیاہے گوطُرق اس کی تحصیل کے مختلف ہیں تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدینِ شریعت کے مانند ہوئے۔ مجتہدینِ شریعت نے استنباط احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اوراولیائے طریقت نے باطن شریعت کے (جس کو طریقت کہتے ہیں) قواعد مقرر کئے تو یہاں بدعتِ سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بسبب صفائے طبیعت اور حضور خورشیدِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کی تحصیلِ نسبت میں اشغال کی حاجت نہ تھی۔ بخلاف متأخرین کے کہ ان کو بسبب بُعدِ زمانِ رسالت ؐ کے البتہ

اشغالِ مذکورہ کی حاجت ہوئی جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو
قرآن اور حدیث کے فہم میں قواعدِ صرف اور نحو کے
دریافت کی حاجت نہ تھی اوراہل عجم اور بالفعل عرب
اسکے محتاج ہیں۔"

(شفاء العلیل ترجمہ "القولُ الجمیل" صفحہ 128)

معترضین کو جواب بزبانِ مؤلفِ ھٰذاالکتاب:

بلکہ ہم کہنے اور پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص بالکل خاموش اور مکمل سکون کیساتھ بیٹھا ہو اور اس کی سوچ اور فکر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کبریائی میں مصروف ہو تو کیا اس کو اس کا ثواب اوراجر ملتا رہے گا یانہیں؟ اب اگر مزید برآں اس کو یہ نعمت بھی حاصل ہو جائے کہ جب وہ سانس کو اوپر کھینچتا ہے تو یہ سوچتاہے کہ میرا یہ سانس لفظ اللہ کہہ رہاہے اور جب سانس نیچے لے جاتاہے تو اس سوچ کے ساتھ کہ میرا یہ سانس"ھُو" کہہ رہاہے تو کیا اس کو اورزیادہ ثواب نہیں ملتا ہو گا۔اور مزید

بر آں اگر لفظ اَللّٰہُ کیساتھ سر کو اوپر لے جاتا ہو اور لفظ "ھُو" کے ساتھ سر کو نیچے لا کر دل پر ضرب لگا تا ہو، تا کہ یہ ذکر دل میں داخل ہو جائے، دل نورانی ہو جائے، گناہوں کے اثرات ختم ہو جائیں تو کیا اس پر مزید ثواب نہیں ملے گا، جبکہ اس معمول کی پابندی کی وجہ سے زندگی میں روحانی انقلاب آتا ہو، نیکیوں کی رغبت، گناہوں سے نفرت، نماز میں توجہ الیٰ اَللّٰہُ، فکرِ آخرت اور خوفِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہو، وغیرہ وغیرہ تو کیا پھر بھی اس پر انکار کی گنجائش رہ سکتی ہے؟ بلکہ رب العالمین بکل شئی علیم ذات نے تو قرآن عظیم الشان میں یہ اعلان فرمایا ہے "وَاِنْ مِّنْ شئی الا یسبح بحمدہ۔ ہر چیز اَللّٰہُ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی تسبیح بمعہ حمد بیان کرتی ہے"۔ اور اسی نظریہ کے تحت کہا جاتا ہے کہ جب زمین چیر کر اس سے گندم وغیرہ کی منفرد ایک ہی تیغ اوپر ظاہر ہو جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں یہ تیغ اَللّٰہُ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کر رہی ہے۔ نماز میں ہم تشہد پڑھتے ہیں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰه کہتے ہوئے

انگلی کو اوپر لے جاتے ہیں اور اِلَّااللّٰہُ کہتے ہوئے انگلی کو نیچے لے آتے ہیں۔ انگلی اوپر لے جانا اشارہ ہے الٰہِ باطلہ کی نفی کا اور نیچے لے آنا اشارہ ہے معبودِ برحق کے اثبات کا اور حدیث میں ہے کہ یہ انگلی اوپر لے جانا اور نیچے لے آنا شیطان پر بہت بھاری ہے۔

دیکھئے کائنات میں رب العالمین نے ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہر ایک کی تسبیح کا الگ طریقہ ہوتا ہے۔مثلاً پرندوں میں بعض پرندے سر کو اوپر لے جاتے ہیں اور پھر نیچے لے آتے ہیں یہ بھی اللہ ﷻ کا ذکر کر رہے ہیں۔ بعض پرندوں کی آوازوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رب العالمین کی بڑائی بیان کر رہے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں تو قرآنِ عظیم الشان نے بھی صاف اعلان فرمایا کہ پرندے ان کی مجلسِ ذکر میں ان کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ قرآنِ کریم کی آیت والطیر صٰفّٰت کا معنی ہے کہ یہ پرندے تو باجماعت تسبیح کر رہے ہیں۔ بلکہ قرآنِ کریم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں پہاڑ بھی شریک ہوتے:

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ۔

(پارہ 16 سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ۔آیت 79)

حضرت داوٗد علیہ السلام بے حد خوش آواز تھے۔ جب زبور پڑھتے تو پہاڑ اور پرندے بھی اُنؑ کے ساتھ تسبیح پڑھتے۔

بہرکیف یہ ایک لمبا موضوع ہے۔ طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ سانس کے ذریعے ذکر کرنے پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ مزید برآں کہ یہی طریقہ اکابر اور اسلاف (جو کہ اصحابِ کشف وکرامات حضرات ہیں) سے متوارث اپنے بے شمار فوائد کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

سلوک میں کامیابی کیلئے مرشدِ کامل کی ضرورت:

تصوف اور سلوک کی کتابیں پڑھنے اور تقریریں سننے سے نہ کوئی سالک بن سکتا ہے اور نہ اسکے اندر وہ اوصاف حمیدہ آسکتے ہیں جن کا تعلق سلوک اور تصوف سے ہے کیونکہ ان کا

تعلق انعکاس اورالقاء سے ہے۔ مرشدِ کامل اور عارف کے قلب کا عکس آپ کے قلب پر پڑ کر آپ کا قلب ان کے قلب کے نور کی وجہ سے منور ہو گا۔ لہٰذا اس دولت کے حصول کیلئے کسی عارف بِاللہ کو تلاش کرنا پڑے گا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اپنے جذبات اورخواہشات چھوڑنے کی قربانی دیکر ان کی مرضیات اورارشاد فرمودہ ہدایات پر زندگی گزارتے ہوئے مرشد اورمرید کے رشتے اورکنکشن والے باریک تار کو قائم رکھنے کیلئے جن آداب کی تعلیم دی جاتی ہے ان کو ملحوظ رکھا تو آپ کے قلب پر مرشد کے قلب کا عکس دورانِ توجہ پڑ کر آپ کا قلب روشن ہو جائے گا۔اور پھر آپ کے قلب پر من جانبِ اللہ القاءِ خیر کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔لیکن یہ سب کچھ تب ہو گا جب اللہ چاہے گا۔ عارف بھی وہی شخص ہو سکتاہے جس کا ہر لمحہ، حرکت اور فعل رضائے الٰہی کے مطابق ہو، مرید کی تربیت میں بھی رضائے الٰہی و رضائے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے

خلاف کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اگر کوئی مرشد احکامِ خداوندی اور سنتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے خلاف زندگی گزارنے اور مریدوں کی تربیت کرنے میں مصروف ہو تو ایسے مرشد اور پیر سے کنارہ کشی ضروری ہے ورنہ آپ کو بھی خلاف شرع امور کے ارتکاب پر مجبور کر دیگا حالانکہ "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"۔ ان امور میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنا جن میں خالق کی معصیت ہو۔

لہٰذا سلوک میں کامیابی حاصل کرنا مرشدِ کامل کے بغیر ممکن ہی نہیں جس شخص کا مرشد ہی نہ ہویا ہو لیکن رسمی جعلی اور فراڈی ہو تو اس شخص کو کیونکر اس چمن کے پھول مل سکتے ہیں جس شخص کے چمن کو بادِ خزاں نے اُجاڑ اور برباد کر دیا ہو وہ شخص (مالیار) دوسرے لوگوں کو پھولوں کے گلدستے کہاں سے دینگے۔

ہمارا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ذکر جس طرح بھی کیا جائے وہ جائز ہے بلکہ ہم ان صورتوں کو جائز کہتے ہیں جو ہمارے اسلاف اور محققین سے متوارث چلے آرہے ہیں ورنہ ذکر کی بعض صورتیں بدعتِ سیئہ کے زمرہ میں داخل ہیں جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل السلوک میں بیان کی ہے۔ اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ سٹوڈنٹ بننا یاملازم اور تاجر بننا جائز نہیں یہ سب کچھ جائز ہیں مگر یہ کہ محض ملازمت وغیرہ کیلئے اپنے آپ کو وقف کردے ۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، رسول ﷺ اورآخرت کوبھول جائے ۔ ذکرُاللہ سے محروم ہو جائے تویہ خسارے والی بات ہے،ورنہ اس تاجر وملازم کا تو بلند مقام ہے جو اپنی تجارت وملازمت کے ساتھ حقوق اللہ وحقوقُ العباد کو قائم رکھے۔

بابِ دوم

مبادی طریقۂ ذکر

سلسلۂ نقشبندیہ اُویسیہ

اِخلاص کے بیان میں:

(1) انسان کے اعمال کا صدور اسکے جوارح اور اعضاء سے ایک خاص جذبہ کے تحت ہوا کرتا ہے۔ میدانِ سلوک میں اترنے والا شخص مرشدِ کامل اور رہنما کی تلاش میں دربدر اس جذبہ کے تحت جان ومال کی قربانی دیتے ہوئے دن رات سفر کرتا ہے کہ میں اس بوجھ کے اٹھانے پر مکلف ہوں کہ جس کے اٹھانے سے زمین آسمان اور پہاڑوں نے بھی رب العالمین کے دربار میں اپنی عاجزی اور بے بسی کا اقرار کرتے ہوئے انتہائی خوف وخشیت کیساتھ معذرت کرکے انکار فرمایا، میں نے انتہائی

دشوار گزار منازلِ نزع ،قبر اور قیامت سے گزرنا ہے اگر میں نے اپنے خالق، مالک، رازق رب العالمین کو موت سے پہلے اس مختصر زندگی میں راضی کیا تو میرا مولیٰ مجھے اپنے مہمان خانے یعنی جنت میں لے جائیگا۔ جہاں پر ہمیشہ کیلئے خوشیوں کی زندگی میں ہر قسم کی تمنا اور خواہش احسن طریقے سے پوری ہوتی رہے گی۔ کسی قسم کی پریشانی غم اور تکلیف نہیں ہوگی اور اگر میری موت اس حالت میں آگئی کہ مجھ سے میرا مولیٰ ناراض ہو تو مجھے آخرت کے جیل خانے یعنی جہنم میں ڈال دے گا۔ عنقریب مجھے ان پر خطر اور دشوار گزار منازل سے گزرنا ہے لیکن پھر بھی میں خوابِ غفلت میں سویا ہوا، میرے دل میں اس کا خوف نہیں اور میرا دماغ اس سوچ اور فکر سے خالی ہے لہٰذا فکرِ آخرت پیدا کرنے کے لئے مجھے رہبر کامل، عارف باللہ کی ضرورت ہے تاکہ میری زندگی رب العالمین کی فرمانبرداری اور **رسول اللہ** صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ کی اطاعت میں گزرے۔ نافرمانی اور گناہ

سے خائف ہو کر بچتا رہے۔ بس اسی جذبہ کے تحت مرشدِ کامل کے دامن کو پکڑ کر ان کی رہنمائی میں سلوک الیٰ اللّٰہ کو جاری رکھتے ہوئے مجالسِ ذکر کے معمول کو صبح وشام اس قدر پابندی کے ساتھ قائم رکھے کہ جسمانی غذا کے معمول میں ناغہ آنے پر کوئی پرواہ اور پریشانی نہ ہو لیکن اس روحانی غذا کے معمول میں کوئی کسر نہ آنے دے۔ یہ اخلاص موجود ہو تو عمل قبول ہو کر اس کے آثار نمودار ہوتے رہیں گے اور اگر اخلاص نہ ہو تو وہ عمل مردود بلکہ گناہ اور عذاب کا سبب بنے گا۔ حدیثِ پاک میں **نبی کریم** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشادِ گرامی ہے:

انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانوی۔

"اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جو اس کی نیت ہو"۔

اگر ذکر یا کسی اور نیک عمل میں یہ نیت ہو کہ مجھے شہرت حاصل ہو جائے لوگ مجھے متقی اور پرہیز گار کہنے لگیں یا یہ کہ

مجھے ایک جماعت اور گروہ کی معیت حاصل ہو کر بوقتِ ضرورت ان حضرات کا تعاون مجھے حاصل ہو وغیرہ وغیرہ ۔تو اس کو عدم اخلاص فی العمل کہا جاتا ہے اس سے اللہ ﷻ کی رضامندی حاصل نہیں ہوگی بلکہ اس طرح عمل کرنا تو شرکِ خفی کے زمرہ میں داخل ہو کر اللہ ﷻ کی ناراضگی کا سبب بنے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کافر کو پچھاڑ کر اس کے اوپر بیٹھ کر تلوار سے مارنے لگے تو جب اس کافر نے ان کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو زندہ چھوڑ دیا کہ اب میرا یہ عمل صرف اللہ کی رضا کیلئے نہیں رہا بلکہ اس میں میرے ذاتی انتقام کا جذبہ شامل ہوگیا۔ لہٰذا ذکرُ اللہ شروع کرنے سے پہلے اپنی نیت اور جذبہ کو صحیح کرنا ضروری ہو گا۔

(2) جس کمرہ یا ہال میں ذکر کا معمول کرنا ہے حتی الوسع اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ وہاں اندھیرا اور تاریکی ہو۔

مُلّا علی قاری رحمہ اللہ کا قول کہ اندھیرے ماحول میں ذکر دِلوں کو جِلا بخشتا ہے:

(بحوالہ دلائلُ السلوک صفحہ 220) ملا علی قاری رحمہ اللہ **مرقاۃ** میں فرماتے ہیں:

"الظلمۃفی المکان اجلی القلوب فی الذکر۔ مکان میں تاریکی ذکر کے دوران دلوں کو بہت جِلا بخشنے والی ہے۔"

(3) اجتماعی ذکر میں سب ساتھی قبلہ رخ، صفوں میں قریب قریب التحیات یا تربع کے طریقے سے بیٹھ جائیں اور شیخِ مکرم یا اسکا نائب پہلی صف کے دائیں جانب بیٹھ جائیگا اور انفرادی ذکر کرنے والا بھی تربع یا التحیات کی شکل میں اکیلے قبلہ رخ بیٹھ جائے گا۔

(4) تمام حضرات پوری یکسوئی اور خاموشی کے ساتھ تمام غیراللہ سے توجہ ہٹا کر اپنے آپ کو محتاج سمجھتے ہوئے اپنے ذکر

کی طرف متوجہ رہے اوراسی توجہ کیلئے انتہائی محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی توجہ کی برکت سے نماز اور تمام عبادات ومعاملات بلکہ پوری زندگی میں توجہ الیٰ اللہ حاصل ہوکر منکرات سے اجتناب اور معروفات کے امتثال کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہو جاتی ہے۔

(5) توجہ میں خلل ڈالنے والی تمام اشیاء مثلاً عمامہ، ٹوپی، چادر، گھڑی یا جیب میں پڑی ہوئی تمام چیزیں ہٹا کر ایک طرف رکھ دے اور اگر کسی کی آمدورفت سے توجہ میں فرق آتا ہو تو اس کے سدباب کا بھی انتظام کیا جائے بلکہ ایسی جگہ پر مجلسِ ذکر منعقد کی جائے جہاں کسی کی آواز اور شوروشغب سے حفاظت حاصل ہو۔

(6) معمول کے دوران آنکھیں بند، منہ بند اور زبان تالو سے لگی ہو، سانس کو مکمل ناک کے ذریعے اوپر نیچے چلاتا رہے۔[1]

1۔ 10ذی الحجہ 1431ھ بروز بدھ عیدالاضحیٰ، 17نومبر 2010ء

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول کہ دورانِ ذکر آنکھیں اور ہونٹ بند ہوں:

محدث دہلوی حضرت شاہ صاحب نے بھی شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل میں کئی جگہ دورانِ ذکر آنکھیں اور ہونٹ بند کرنے کا فرمایاہے۔مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں فرماتے ہیں:"ثم یضم شفتیه ویغمض عینیه ویحبس نفسه فی بطنه الخ۔ پھر دونوں لبوں اورآنکھوں کو بند کرے اوردم کو اپنے پیٹ میں حبس کرے"۔(صفحہ 89)۔

(7) معمول کے دوران گلے سے آواز نکالنے سے انتہائی اجتناب کیاجائے ورنہ معمول کے اثرات ، انوارات اورفوائد سے خود بھی محروم ہوجائے گا اور قریب کے ساتھیوں کی توجہ پر بھی اس کا غلط اثرپڑیگا۔ خصوصاً مرشدی حضرت جی کے پاکیزہ مزاج اورطبیعت پرانتہائی ناگواری کے آثار پیدا

ہو جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ اگر حضـــرت جی کے دل کو ٹھیس پہنچا کر انھیں ناراض کر دیا تو پھر آپ کے پاس کیا رہ جائے گا! آپ کیا کما سکو گے! شیخ اور مرید کے درمیان نسبت میں انتہائی نزاکت ہوتی ہے۔ آپس میں قلوب کے رابطے کا یہ باریک تار اگر کٹ جائے تو فیض کا سلسلہ ختم ہو جائے گا بلکہ جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ بھی معدوم ہو جائے گا۔ لہٰذا دوران معمول گلے سے آواز نکلنے پر مکمل قابو رکھا جائے۔

(8) سانس اوپر کھینچتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ میری سانس لفظ اللہ بول رہی ہے اس دوران توجہ قلب پر مرکوز ہو، اس تصور کے ساتھ کہ معصوم تو صرف انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں۔ باقی انسان تو غلطی اور گناہ کا پتلا ہیں۔ گناہ کے آثار کالے داغ اور دھبے کی صورت میں قلب پر جم جاتے ہیں۔ جسکی وجہ سے دل تاریک ہو کر اسکی بینائی شنوائی وغیرہ ختم ہو کر نیکی اور برائی میں تمیز کرنا اوراس کے احساس کرنے کی

استعداد اور صلاحیت اس قلب سے ختم ہو جاتی ہے۔تو دل پر توجہ رکھتے ہوئے جب سانس کو اوپر کی طرف کھینچ رہے ہو تو اس تصور کیساتھ کہ اس سانس کے ساتھ میں دل پر جمے ہوئے میل کچیل کو کھینچتے ہوئے باہر پھینک کر دل کی صفائی کر رہاہوں۔ سانس کو اوپر کھینچنے کے بعد پھر پوری قوت کے ساتھ نیچے لاتے ہوئے یہ تصور کرے کہ میری یہ سانس " ھُو" کہہ رہی ہے۔اور قلب پر ضرب لگا کر یہ تصور کرے کہ " ھُو" کی اس ضرب کے ساتھ میں قلب میں نور بھر رہاہوں چونکہ یہ " ھُو" ضمیرہے اور لفظ اَللّٰہُ کی طرف راجع ہے تو یہ" ھُو"کہنا بھی " اَللّٰہُ کہنا ہے۔ اورخود اَللّٰہُ ﷻ قرآن عظیم الشان میں فرماتے ہیں:**اللہ نورالسموات والارض** اور لفظ اَللّٰہُ رب العالمین کا اسمِ ذات ہے تو جب انسان اس تصور کے ساتھ قلب پر اسمِ ذات کی ضرب لگانے کے ساتھ نور جذب کرنے کا خیال اور توجہ رکھے تو کچھ عرصہ محنت کرنے کے بعد قلب نورانی

بن کر اسکی بینائی اور شنوائی کی قوت واپس لوٹ کر اپنا کام شروع کرنے لگتی ہے ۔ اوراس طریقے سے قلب کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے، جب یہ صحیح ہو تو باقی اعضاء صحیح چلتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے :

ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔

"بیشک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا بدن صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو پورابدن فاسد ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔"

(9) سانس کے ساتھ ذکر کرنے میں جو ضربیں قلب پر لگائی جاتی ہیں۔ اس میں حتی الوسع قوت اور تیزی بھی مطلوب ہے۔ یعنی اَللّٰہُ ھُو کہنے میں سانس کے اوپر نیچے لیجانے میں جس قدر قوت اور تیزی ممکن ہو کہ اَللّٰہُ ھُو ادا کرنے پر فرق نہ پڑے تو

اس قدر تیزی اور قوت سے ذکر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یعنی جب لفظ اَللّٰہ سانس اوپر کھینچتے ہوئے ادا کرے تو سانس کو باہر نکالتے ہوئے لفظ ھُو کی ضرب قلب پر شدت کے ساتھ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول کہ دورانِ ذکر قلب پر ضرب میں شدت ہو:

محدث دہلوی حضرت شاہ صاحب نے بھی نقشبندیہ کے اشغال میں فرمایا: ”ثم یضرب فی قلبه بالشد الا الله۔ پھر ضرب لگائے اپنے دل میں سختی سے الا اللہ کی“۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ 89)

اوراشغال قادریہ میں فرمایا: "وینبغی ان یکون الضرب لاسیما القلب بقوة وشدة لیتاثرالقلب ویجتمع الخاطر۔اور مناسب یہ ہے کہ ضرب ”خصوصاً قلبی“ قوت

اور سختی کے ساتھ ہو، تاکہ دل پر اثر ہو اور خاطر یکسو ہو جائے پریشان خاطری اور وسواس مندفع ہو"۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ 59)

دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے ذکر میں ضربوں کا اور پھر اس میں شدت لانے کا ارشاد فرمایاہے۔ اور فرمایا کہ اس سے دل پر اثر ہوتاہے اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ شریعت نے سجدہ میں انگلیوں کا بند کرنا اور رکوع میں کھول دینے کا ارشاد فرمایا، قیام میں نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھنا، رکوع میں پاؤں پر، قعدہ میں جھولی پر اور سجدہ میں ناک پر نگاہ رکھنے کا ارشاد فرمایاہے۔ یہ بھی توجہ پیدا کرنے کیلئے مؤثر ہیں نہ کہ بیکار اور فضول۔

(10) سانس کے ساتھ اَللّٰہُ ھُو کہتے ہوئے سانس کی آواز بھی پیدا ہونی چاہیئے۔ ویسے عام عادت کے مطابق بغیر آواز کے سانس کو اوپر نیچے لے جانے سے یعنی قلب پر محض خیالی ضرب لگانے سے دل کو پاک صاف کرنے اور نورانی بنانے کا ثمرہ

حاصل نہیں ہو گا۔سانس کی آواز تب پیدا ہو گی جب قصداً سانس کو کھینچ کر اوپر لے جائیں اور پھر پوری قوت کے ساتھ نیچے لے آئیں۔

(11) جب سانس اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہو تو اس کے ساتھ سر کو بھی اوپر لے جانا چاہیئے اور جب سانس نیچے کی طرف چھوڑنا ہو تو سر کو تیزی اور زور کے ساتھ نیچے لانا چاہیئے۔ لطیفۂ قلب کرتے ہوئے سر کو ذرا قلب کی طرف موڑ کر قلب پر توجہ رکھتے ہوئے سانس اور سر دونوں کے ساتھ قلب پر ضرب لگائے۔ بعض ساتھی سر کو معمولی حرکت دیا کرتے ہیں، یعنی سر کو پوری طرح اوپر لے جانے اور نیچے لے آنے کی زحمت نہیں کرتے۔ایسی صورت میں یہ شخص معمول کے ثمرات سے محروم ہو گا۔ نیز سر کو اوپر نیچے لے جانے میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ سر بالکل سیدھا اوپر جائے اور سیدھا نیچے آئے۔

ابتداء میں سر کی حرکت ذرا آہستہ ہو پھر رفتہ رفتہ اس میں تیزی پیدا کرنی چاہیئے۔

(12) معمول کے دوران پورے بدن کو حرکت میں لے آنا، اوپر نیچے کرنا ایک زائد اور فضول حرکت ہے اسکی کوئی ضرورت نہیں البتہ جب اَللّٰہ ھُو کے ساتھ سر کو پوری قوت کے ساتھ اوپر نیچے کرتا ہو تو اس کی وجہ سے جسم کو بھی کچھ نہ کچھ حرکت ہوتی رہے گی اس میں کوئی نقصان اور حرج نہیں۔

(13) معمول میں اَللّٰہ ھُو کہتے ہوئے ضربات کے ذریعے لطیفہ کے صفائی اور نور کے جذب کرنے کے عمل میں زیادہ کارآمد عنصر تو توجہ ہی ہے کہ اس لطیفہ کے دوران لفظ اَللّٰہ کہتے ہوئے سانس کے ذریعے اس لطیفے سے میل کچیل کھینچنے کی توجہ رکھے اور ھُو کہتے ہوئے سانس کے ذریعے اس لطیفے میں نور بھرائی کی توجہ رکھے۔اور یہ کہ میری یہ سانس اَللّٰہ ھُو کہہ رہی ہے اس کی بھی توجہ رہے۔اور جب ایک لطیفہ سے دوسرے لطیفے کو منتقل

ہو رہے ہو تو اَللّٰہُ ھُو کہنے کے مندرجہ بالا تصورات کی توجہ بھی اُس دوسرے لطیفے کی طرف منتقل کرنا ہے۔ اوراسی طرح سر کی حرکت کو بھی معمولی سا ایک لطیفے سے دوسرے لطیفے کی طرف منتقل کرنا یعنی جس لطیفے کی طرف آپ توجہ کو لے جارہے ہو اسی لطیفے کی طرف سر کو بھی معمولی موڑدو۔ اس معمول کو مستقل مزاجی اور پابندی کے ساتھ کرنے سے دل لازماً نورانی بن جائے گا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ جب اوپر سے پانی کا ایک ایک قطرہ ایک سخت پتھر پر تسلسل کے ساتھ ایک عرصہ تک پابندی کیساتھ بغیر کسی ناغہ کے گرتا ہے تو پتھر میں اس قطرے کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ یعنی اس پتھر میں قطرے کے حجم جتنا گڑھا سا بن جاتا ہے۔ یہ استقلال اور پابندی کا اثر ہے۔ حالانکہ پانی کی ضرب کس قدر معمولی ہے۔ تو جب ایک سالک مستقل مزاجی اور پابندی کیساتھ مندرجہ بالا طریقے سے قلب پر اَللّٰہُ ھُو کی ضربات لگاتا ہو تو کیا اس قلب میں اسکے آثار ظاہر نہیں ہونگے؟ ضرور

ہونگے۔ قلب خود ہی اَللّٰہ ھُو کا ذکر کرنے لگ جائے گا۔ اوراسی کے موافق متحرک بن جائے گا۔ اس کے اندر صفائی آجائے گی اور نورانی ہوکر قلبِ سلیم اور قلبِ مطیع بن جائے گا بلکہ لطیفہ قلب سے منتقل ہوکر دیگر لطائف بھی مندرجہ ذیل طریقے سے اَللّٰہ ھُو کی ضربات سے ذاکر اور منور بن جائیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول کہ ذکر پر استقامت کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے:

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"ومن واظب على ذكر اسم الذات فى كل يوم وليلة اربع الاف مرة مع تقديم الشروط التى اسلفناها واستمر على ذالك شهرين اونحو من ذالك فانه يشاهد فيه الاثر لامحالة سواء كان غبيا اوزكيا۔

اور جو شخص مواظبت کرے اسمِ ذات پر ہر دن میں چار ہزار بار ساتھ تقدیم ان شرطوں کے جسکو اول مذکور

کر چکے ہیں اور دو مہینے یا مانند اسکے اس ذکر پر مداومت کرے تو اس میں یہ اثر البتہ مشاہدہ کرے گا خواہ ذاکر کم فہم ہو خواہ تیز فہم ہو"۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ 62)

شروطِ متقدمہ سے مراد ذکر میں ضربیں لگانا، آنکھیں بند کرنا، منہ بند کرنا، سانس سے ذکر کرنا وغیرہ ہیں۔

(14) بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ماحول کی ناسازی اور ناموافق ہونے کی وجہ سے آپ لطائف پر ضرب لگانے کیلئے نہ سر کو قوت کے ساتھ ہلا سکتے ہو اور نہ سانس کی آواز بلند کر کے ظاہر کر سکتے ہو، مثلاً آپ حرم شریف میں اگر طریقۂ مذکورہ سے اپنا معمول کروگے تو شاید حرم کے شرطوں سے یا وہاں کے ساکنین سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ لہٰذا جب معمول کرنے کا ارادہ ہو تو خاموشی کے ساتھ اپنی معتاد ھیئت پر بیٹھ کر سر کو حرکت دینے اور سانس کی آواز نکالے کے بغیر ابتدائی کلمات پڑھ کر

قلب پر توجہ دے اور اَللّٰہُ ھُو سانس کے ذریعے کہتا رہے خودبخود لطیفہ بھی حرکت میں آکر اَللّٰہُ ھُو کہتا رہے گا اوراسی طریقے سے اپنے معمول کو مکمل کرتا جائے۔

(15) مبتدی سالک صرف قلب پر اَللّٰہُ ھُو کی ضرب لگاتے ہوئے لطیفۂ قلب ہی جاری کرنے کی محنت میں مصروف ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ سلوک میں ترقی کرتے ہوئے شیخ اِس سالک کو اسکی استعداد اور محنت کے مطابق دیگر لطائف کے جاری کرنے اوراس پر ضربات لگانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ان لطائف، ان کے محال اوران کے آثار کو پہچان لیں۔

بابِ سوم

لطائفِ سبعہ کی تشریح

ساتوں لطائف اور ان کے محال کا بیان:

ہمارے مشائخ سات لطائف کے جاری کرنے کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ پہلا لطیفہ **قلب**، دوسرا لطیفہ **روح**، تیسرا لطیفہ **سِرّی**، چوتھا لطیفہ **خفی**، پانچواں لطیفہ **اخفٰی**، چھٹا لطیفہ **نفس**، ساتواں لطیفہ **سلطانُ الاذکار**۔ **قلب** کا محل بائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔ **روح** کا محل **قلب** کے بالمقابل دائیں جانب پستان کے دو انگلی نیچے ہے۔**سری** کا محل بائیں پستان سے دو انگلی اوپر ہے **خفی** کا محل **سری** کے بالمقابل دائیں پستان سے دو انگلی اوپر ہے۔**اخفٰی** کا محل مندرجہ بالا چاروں لطائف کے عین درمیان میں ہے۔ **نفس** کا محل پیشانی ہے اور **سلطانُ الاذکار** کا محل پیشانی سے اوپر یعنی مقدم الرس

کا درمیانی حصہ ہے جو کہ پیشانی سے سیدھا اوپر تقریباً تین انگلیوں کے فاصلہ پر ہے۔ بچپن میں سر کے اس حصے کا چمڑہ متحرک ہوتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ لطائف کے محال بیان فرماتے ہیں:

محدث دہلوی صاحب القول الجمیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وبالجملة غرض الشيخ احمد السرهندى رحمہ اللہ ان كل لطيفة من تلك اللطائف له ارتباط بعضو من الجسد فالقلب تحت الثدى الايسر باصبعين والروح تحت الثدى الايمن بحذاء القلب والسر فوق الثدى الايمن مائلا الے وسط الصدر والخفى فوق الثدى الايسر مائلا الے الوسط۔

اور خلاصہ یہ کہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفے کو تعلق اور ارتباط ہے

بدن کے بعض اعضاء سے تو **قلب** کا تعلق بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر ہے اور **روح** کا ارتباط داہنی چھاتی کے نیچے بمقابلہ دل ہے اور **سری** کا تعلق داہنی چھاتی کے اوپر سینے کے وسط کی طرف جھکتے ہوئے اور **خفی** بائیں چھاتی کے اوپر وسط کی طرف مائل ہے۔"

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ۔120)

"دلائلُ السلوک" میں اصل لطائف کا بیان:

اعلٰی حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل السلوك صفحہ 96 پر تحریر فرمایا ہے کہ اصل میں لطائف پہلے پانچ ہی ہیں لہٰذا **نفس** بھی لطیفہ نہیں ۔ اس کو تغلیبًا لطیفہ کہا جاتا ہے اسی طرح **سلطان الاذکار** بھی لطیفہ نہیں بلکہ ایک طریقۂ ذکر ہے جس میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ سارے بدن سے بلکہ ہر بال کی جڑ سے ذکر جاری ہے اس کو بھی لطیفۂ تغلیبًا کہا جاتا ہے۔(تغلیب کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز پر

غلبہ دیکر اس مغلوب کو بھی غالب کے ساتھ تعبیر کرے۔ مثلاً لفظ "والدین" مشہور اصطلاح ہے اس سے مراد ماں باپ ہے۔ ماں کو عربی میں اُم یاوالدۃ کہتے ہیں اور باپ کو والد کہتے ہیں اور والدین اسکا تثنیہ ہے جس کا معنیٰ ہے "دو باپ" اور مراد دو باپ نہیں بلکہ ایک باپ اور ایک اُم ہے تو یہاں والد کو والدہ پر غلبہ دیا گیاہے اور والدہ کو بھی والد کے ساتھ تعبیر کر کے لفظ والدین عام اصطلاح بن گیاہے۔ اسی طرح **نفس** اور **سلطانُ الاذکار** پر ان پانچ لطائف کو غلبہ دیا گیاہے تو ان دونوں کو بھی لطائف کے ساتھ تعبیر کر لیا گیا اور کہا گیا کہ لطائف سات ہیں۔ جس طرح کہ شمس اور قمر دونوں کو شمسین تغلیبًا کہا جاتاہے تو اسی طرح **نفس** اور **سلطانُ الاذکار** کو لطائف تغلیبًا کہا گیاہے۔)

لطائف کے متعلق اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق کا خلاصہ:

"لطائف کے بارے میں لفظ مُجر دات استعمال ہوا ہے اور جوہر مجرد کے ساتھ ان سے تعبیر کیا جاتا ہے تو یہاں جوہر سے مراد یہ ہے کہ عرض نہیں اور مجرد سے مراد یہ ہے کہ کثیف نہیں بلکہ لطیف باریک ہے بس یہی مذہب جمہور علماء اور محققین اہلِ کشف صوفیاء کے ایک عظیم گروہ کا ہے۔ عرش اور عرش کے نیچے جتنی اشیاء ہیں ان کے لئے **مکان** کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور عرش کے اوپر جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ **لامکان** کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لطائف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ **لامکان** میں ہیں البتہ **لامکان** کی حقیقت سمجھنے کیلئے عقل اندھی ہے۔حدیث کا لفظ

"عماء" اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ لفظ **عماء** عدم بینائی پر بولا جاتا ہے۔**نبی کریم** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا گیا "این کان ربنا؟" تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا : "فی عماء" ۔ عماءعدم بینائی کو کہتے ہیں"۔

(**دلائل السلوك** صفحہ 76-78)

ہم نے پانچوں لطائف کی جگہوں کی نشاندہی کر دی اس سے مراد یہ ہے کہ ان پانچ جگہوں میں گوشت کے جو مضغے ہیں ان کے ساتھ ان لطائف کا گہرا تعلق اوراتصال ہے لہٰذا بیان تو ان مواضع کا ہے لیکن مراد یہ نہیں بلکہ وہ لطائف ہیں جو عرش کے اوپر **لامکان** میں ہیں اوران جگہوں کے ساتھ ان لطائف کا خاص تعلق ہے۔ مثلاً ہم لطیفۂ **قلب** میں قلب کے مضغہ (جو کہ لحم صنوبری کی شکل میں ہے) کو توجہ کیلئے متعین کرتے ہیں۔اسکی جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن اصل لطیفۂ **قلب** یہ

نہیں بلکہ لطیفۂ **قلب** کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہے لطیفہ مونث ہے لطیف کا جس کا معنی ہے "باریک"۔ لہٰذا لطیفہ ایک باریک نورانی جوہر کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کا تعلق **عالمِ امر** سے ہے نہ کہ **عالمِ خلق** سے اور جس طرح لطیفۂ ربانی **قلب** کو قلب صنوبری سے تعلق ہے اسی طرح دیگر لطائف کا بھی ان کے محال اور مقامات سے تعلق ہے۔

[**دلائل السلوك** ملخص از بحثِ **قلب ولطائف** اور شیخِ کامل]

صاحبِ تفسیرِ مظہری رحمہ اللہ کی تحقیق کہ لطائف عَالَمِ اَمَرْ سے ہیں نہ کہ عَالَمِ خَلْق سے:

صاحبِ تفسیر مظہری آیت کریمہ : الاله الخلق والامر کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قالت الصوفية المراد بالخلق والامر عالم الخلق يعنى جسمانية العرش وما تحته وما فى السمٰوٰت والارض وما بينهما واصولها الاربعة العناصر النار والماء والهواء

والتراب وما یتولدمنها من النفوس الحیوانیة والنباتیة والمعدنیة وھی اجسام لطیفه ساریة فی اجسام کثیفة و عالم الامر یعنی المجردات من القلب والروح والسری والخفی والاخفیٰ التی ھی فوق العرش ساریة فی النفوس الانسانیة والملکیة والشیطانیة سریان الشمس فی المرأة سُمیت بعالم الامر لان اللہ تعالیٰ خلقها بلامادة بامرہ کن فیکون قال البغوی قال سفیان بن عیینة فرق بین الخلق والامر فمن جمع بینهما فقد کفر۔

ترجمہ: ”صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ له الخلق والامر میں خلق سے مرادعالِم خلق اوراَمر سے مراد عالِم امر ہے۔ عالِم خلق سے مقصود عرش کا وجود اور جو کچھ اس کے نیچے ہیں اورجوکچھ زمین وآسمان میں اوراسکے درمیان میں ہیں ان سب کے اصول عناصرِ اربعہ آگ، پانی، ہَوا اور مٹی ہے اور وہ چیزیں جو ان عناصرِ اربعہ سے پیدا ہوتی ہیں یعنی نفوسِ حیوانی، نباتاتی اورمعدنی اور یہ تینوں اجسامِ لطیفہ اجسامِ کثیفہ میں جاری

ہوئے ہیں اور عالمِ امر سے مقصود مجردات ہیں جو کہ (لطائفِ خمسہ) قلب، روح، سری، خفی، اوراخفٰی ہیں۔ جو کہ عرش کے اوپر ہیں اوریہ مُجردات نفوسِ انسانیہ، ملکیہ اور شیطانیہ میں یوں ساری ہیں جیسے سورج کی شعائیں آئینے میں ساری ہوتی ہیں۔ لطائف کو عالمِ امر اس لئے کہتے ہیں کہ اَللّٰہُ ﷻ نے ان کو کسی مادہ سے نہیں بلکہ امرِکُن سے پیدا کیا۔ اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ عالمِ خلق اور عالمِ امر دو مختلف چیزیں ہیں جس نے ان دونوں کو ایک سمجھا اس نے کفر کیا۔"

(دلائل السلوك صفحہ 83)

لطائف خمسہ میں اختلاف باعتبار اتحاد و تغائر:

لطائفِ خمسہ مذکورہ میں ایک اوراختلاف باعتبار اتحاد اور تغائر کے اسلاف سے چلا آرہا ہے بعض صوفیائے کرام

لطائف کے درمیان تغائرِ حقیقی کے قائل ہیں اوریہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کی تعلیم میں مختلف مقامات اور محال کی طرف خیال اورتوجہ رکھنے کی ہدایت دی جاتی ہے۔اوریہی طریقہ کشف سے مؤید اسلاف سے متوارث چلا آرہاہے ۔ نیز ہر لطیفہ کے آثارواَلوان الگ الگ ہیں اسی طرح ہر لطیفے کا فعل بھی الگ ہے۔مثلاً **قلب** کا فعل ذکر ہے،**روح** کا حضور، **سری** کا مکاشفہ، **خفی** کا شہودومشاہدہ اور فنا اور**اخفٰی** کا معائنہ اور فناءالفناء۔

[**دلائل السلوک** مختصراً صفحہ 96]

مرشدی حضرت جی مدظلہٗ العالی کا ارشاد کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ ایک اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے:

حضرت جی محمد احسن بیگ صاحب دام ظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ **قلب** حضرت آدم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کے قدم مبارک

کے نیچے ہے۔ روح حضرت نوح وابراہیم عَلَيۡهِمَاالسَّلَامُ کے قدموں کے نیچے سری حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ‌السَّلَامُ کے قدم کے نیچے خفی حضرت عیسیٰ عَلَيۡهِ‌السَّلَامُ کے قدم کے نیچے اوراخفیٰ حضرت محمد ﷺ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔اوریہی وجہ ہے کہ حضرت جی لطائف پر ذکر کے دوران اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں اِن اولوالعزم انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول کہ اولیاء مختلف انبیا علیہم السلام کے قدم پرہیں:

محدثِ دہلوی رحمہ اللہ نے مشاغلِ نقشبندیہ کے احوال میں فرمایا:

"اما المنتھی فیجب علیہ ان یتأمل فی حا لہ علی قدم اَیِّ نبیی ھو اِذ من الاولیاء ان یکون علی

قدم محمد ﷺ وله الجامعية التامة و منهم من يكون على قدم موسىٰ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ و على هذا القياس و إذا عرفَ متبوعهٗ فلتكن احوالهٗ و واقعاتهٗ مناسبةً بواقعات متبوعهٖ والله اعلم۔

"اور منتہی پر تو واجب ہے کہ تأمل کرے اپنے حال میں کہ وہ کس نبی علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ اِس واسطے کہ بعض اولیاء سید المرسلین محمد ﷺ کے قدم پر ہوتے ہیں اور بعض ولی موسیٰ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ کے قدم پر ہوتے ہیں وعلیٰ ھٰذا القیاس پھر جب منتہی اپنے پیشوا کو پہچان لے تو چاہیئے کہ اسکے حالات اور واقعات اپنے پیشوا کے حالات وواقعات کے مناسب ہوں۔ واللہ اعلم۔"

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ 103)

مرشدی حضرت جی مدظلہٗ العالی کا قول بھی اختلافِ لطائف کی جانب مشیر ہے:

دیکھئے جس طرح شاہ صاحب نے فرمایا کہ بعض اولیاء بعض انبیاعلیہم السلام کے قدم پر ہوتے ہیں اسی طرح ہمارے حضرت جی فرماتے ہیں کہ بعض لطائف بعض انبیاعلیہم السلام کے قدم کے نیچے ہوتے ہیں۔ حضرت جی کا قول بھی اختلافِ لطائف (لطائف کے تعدّد) کی طرف مشیر ہے جس طرح کہ محدثِ دہلوی کے قول سے لطائف کا تعدّد معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا تعلیم شدہ طرقِ ذکر لطائف کے تعدّد پر دلالت کرتے ہیں۔

قائلینِ اتحادِ لطائف کا قول:

بعض محققین صوفیائے کرام اتحادِ لطائف کے قائل ہیں ان کے نزدیک اصل حقیقی لطیفہ صرف **قلب** ہے اور تعدد

متوارثہ اوصاف متعددہ کے اعتبار سے ہے اور حدیث شریف میں صرف ذکرِ قلبی ملتاہے دیگر لطائف کا ذکر نہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ بھی اتحادِ لطائف کے قائل ہیں:

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں بعض لطائف کا ذکر کیاہے اوران میں اتحاد ثابت کیاہے۔ فرمایاکہ روح، قلب، عقل اور نفس ایک ہی چیز ہے تغائرِ اعتباری اتحادِ ذاتی ہے اوراسی اتحاد پر کشفِ صحیح دلالت کرتاہے چنانچہ جب سالک کے لطائف منورہوجاتے ہیں تو منازلِ سلوک شروع ہوتے ہیں اوران منازل کا تعلق زمین وآسمان سے نہیں بلکہ عرشِ اوّل سے شروع ہوتے ہیں تو ان منازل میں سالک کو اپنی روح پرواز کرتی نظرآتی ہے دیگر لطائف نظر نہیں آتے جس سے معلوم ہوتاہے کہ لطائف میں اتحاد موجودہے۔

اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کی توفیق بین القولین:

صوفیائے کرام میں لطائف کے اندر اتحاد یاتغائر کا جو اختلاف ہے اسکی وجہ یہ ہے چونکہ لطائف میں سخت اتصال ہے اس لئے ذکرِ قلبی سے باقی لطائف میں بھی آثار ،انوار، الوان وافعال سرایت کرجاتے ہیں جیسے مُتعاکس آئینوں میں شعاعِ آفتاب۔جو آئینہ سورج کے مقابل ہو اسکے مقابل دوسرا، تیسرا آئینہ رکھ دیں تو شعاعِ آفتاب کا عکس سب میں ظاہر ہوگا۔یہاں آفتاب کے آثار وانوار ایک ہی شیشہ میں ظاہر ہوجاتے ہیں لیکن اس ایک آئینے کا عکس دیگر آئینوں پر پڑکر وہ بھی روشن ہوجاتے ہیں تو یہاں ان آئینوں میں اس اعتبار سے اتحاد ہے کہ کسبِ انوار وآثار ایک ہی آئینہ کرتاہے اوراصالتاً وہی ایک آئینہ منور ہوتاہے لیکن چونکہ آئینے متعدد ہیں اوران کے محال الگ الگ

ہیں اورانوار و اَلوان سب میں ظاہر ہورہے ہیں تو اس اعتبار سے ان آئینوں میں تغائر ہے۔

[بحوالہ **دلائل السلوک** صفحہ 98 مختصراً]

بابِ چہارم

بحثِ روح و نفس

روح کی بالوجہ تشریح مختصراً منقول از "دلائل السلوک":

لطیفۂ **قلب** کے بعد زیادہ اہمیت لطیفۂ **روح** کو حاصل ہے، لہٰذا زیادہ مناسب ہو گا کہ یہاں روح کی بالوجہ مختصراً تشریح سالکین کے سامنے رکھ دی جائے۔ یہ تشریح اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کی کتاب **دلائل السلوك** صفحہ 73 سے کچھ اختصار کیساتھ نقل کی جارہی ہے۔

اس نقشہ کو ذہن نشین کرنے کے بعد لطیفۂ **روح** کرنے میں سالک کیلئے کچھ نہ کچھ آسانی ہوگی بالوجہ یعنی روح کے

عوارض اور حالات کو بیان کرینگے،کیونکہ بالکنہ یعنی روح کی ذات اور حقیقت کی تشریح نہیں ہو سکتی ورنہ جب مخالفین نے **نبی کریم** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ سے یہ سوال کیا کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ ہمیں اس کا جواب دیں کہ روح کیا چیز ہے؟ تو ربُ العالمین نے روح کی حقیقت بیان نہیں فرمائی بلکہ فرمایا اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ روح **عالمِ امر** سے ہے۔

علاّمہ اِبنِ قیّم رحمہ اللہ کے نزدیک روح کی رسم:

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے **کتابُ الروح** میں روح کی رسم یوں بیان فرمائی۔

ودلّ علیه الکتاب والسنة واجماع الصحابة وادلة العقل انها جسم مخالف بالماهیة لهذا الجسم المحسوس وهو جسم نورانی علوی خفیف حی متحرك ینفذ فی جوهر الاعضاءویسری فیها سریان الماءفی الورد وسریان الدهن فی الذیتون والنار فی الفحم۔

"کتاب و سنت، اجماعِ صحابہ ﷺ اور عقلی دلائل اس پر دال ہیں کہ یہ روح ایک جسم ہے جو اپنی ماہیت کے اعتبار سے اس محسوس جسم کے مخالف ہے وہ روح نورانی علوی ہلکا زندہ اور متحرک جسم ہے جو تمام اعضاءِ بدن میں نفوذ کر جاتا ہے اوران اعضاء میں اس طرح سرایت کرتا ہے جس طرح کہ پانی گلاب میں روغن زیتون میں اور آگ کوئلہ میں سریان کرتا ہے۔"

(دلائل السلوك صفحہ 73)

علامہ انور شاہ کشمیری ؒ کے نزدیک روح کی تشریح:

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح "عرف شذی" میں فرمایا:

واما الروح فعند اهل الاسلام جسم لطيف علىٰ شكل كل ذى ذالك الروح واحتجوا علىٰ هٰذا آئ علىٰ جسمية الروح بما ورد فى الاحاديث كمافى حديث براء ابن عاذب

فینتزعها کما ینزع السفود من الصوف المبلول الیٰ ان
قال احادیث اُخر دالة علیٰ جسمیة الروح۔

"جہاں تک روح کا تعلق ہے، اہلِ اسلام کے نزدیک وہ ایک لطیف جسم ہے اوراسی بدن کی شکل پر ہوتا ہے جس میں وہ ہو،انہوں نے روح کی جسمیت پر احادیث سے استدلال کیاہے جیسا کہ حدیث براءبن عاذب میں وارد ہے:"فرشتہ روح کو بدن سے یوں کھینچ لیتاہے جیسا کہ سیخ گیلی اُون سے کھینچی جاتی ہے"۔یہاں تک فرمایا کہ اور احادیث بھی روح کی جسمیت پر دلالت کرتی ہیں۔"

(دلائل السلوك صفحہ 78)

امام مالک رحمہ اللہ نے روح کو اس طرح بیان فرمایا:

رسالہ روح وما ھیتھا میں علامہ بیونی فرماتے ہیں:

قال الامام مالك وهو من المحققين قال الروح هى صورة نورانية علیٰ شاكلة الجسم تماماً۔

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو محققین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ روح نورانی جسم ہے جو مکمل طور پر اس بدن کی شکل پر ہوتا ہے جس میں وہ ہے۔"

(دلائل السلوك صفحہ 79)

تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری میں روح کی تشریح:

تحفۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

وللروح صورة لطيفة علىٰ صورة الجسم لها عينان وأُذنان ويدان ورجلان فی داخل الجسم يقابل كل جزءمنه عضو نظيره فی البدن وقد ابهم الله تعالىٰ امر الروح وترك تفصيله۔

"جسم کی شکل کے مطابق روح کی بھی لطیف صورت ہے دو آنکھیں، کان، ہاتھ اور پاؤں ہیں جو جسم کے اندر ہیں بلکہ روح کے ہر جزء کے مقابلہ میں ایک عضو ہے جس

کی نظیر بدن میں موجود ہے روح کی حقیقت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مبہم رکھا ہے اور اسکی تفصیل چھوڑ دی ہے۔"

(دلائل السلوک صفحہ 85)

سلف صالحین کے اقوال پر اعلیٰ حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کی تفریع:

سلف صالحین کے مندرجہ بالا اقتباسات سے روح کی حقیقت واضح ہو گئی کہ روح جسمِ مادی ہے یعنی مجرد نہیں کہ اسکا مادہ نہ ہو البتہ لطیف ہے، نورانی ہے خود مستقل طور پر حیات ہے یعنی اس کے لئے اپنی ذات کے اعتبار سے حس و حرکت، دیکھنا، سننا، بولنا، قُویٰ باطنی و ظاہری موجود ہیں۔ انہی اشیاء کے موجود ہونے کو حیات کہتے ہیں، بلکہ اس دنیا میں بدن کی حیات روح کی وجہ سے ہے، جب بدن سے روح کا کنکشن ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس بدن کو زندہ نہیں بلکہ مردہ کہا جاتا ہے۔ البتہ عالمِ برزخ میں

اس بدن کے ساتھ روح کا تعلق دوبارہ بن جاتا ہے لیکن برزخی تعلق اور دنیاوی تعلق میں فرق ہے۔عالمِ دنیا میں یہ مادی جسم بالذات مکلف ہے اور روح بالتبع مکلف ہے، یعنی اصالۃً اوامر اور نواہی کا تعلق جسمِ مادی سے ہوتا ہے اور جسم کی تابعداری میں روح بھی اس کی مکلف ہوتی ہے۔ >>. . .

بین القوسین قول موئلف کی طرف سے:

(جیسا کہ اس عالمِ دنیا میں جزاء اور سزا کا تعلق بالذات اور اصالۃً اس جسم عنصری سے ہے لیکن بالتبع جسم کا درد یا خوشی روح کو بھی ملتی ہے۔جب آپ لاٹھی وغیرہ سے سزا دینا چاہیں تو آپ کی لاٹھی کی ضرب اس جسم پر لگے گی، درد اس جسم کو ہو گا، زخم بھی اسی جسم کو آئے گا لیکن مضروب یہ بھی کہتا ہے کہ آج میری روح تنگ ہے، پریشان ہے وغیرہ کیونکہ بدن کے واسطہ سے روح

کو بھی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ البتہ عالمِ برزخ میں بالذات سزا اور جزاءروح کو ہوتی ہے اورروح کے واسطہ سے اس کی تکلیف بدن کو پہنچتی ہے ۔ بدن جس حالت میں بھی ہو ، قبر میں ریزہ ریزہ ہو ، ہَوا میں اُڑ گیا ہو، جل کر راکھ بن گیاہو یا کسی جانور کے پیٹ میں جاکر گوبر بن گیا ہو یا دریا کی مچھلیوں نے کھالیا ہو، اللہ ربُ العزت کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے،اس کو روح کے واسطہ سے عالمِ برزخ کا عذاب مل رہاہے۔ اسی وجہ سے عالمِ برزخ کی تکلیف بہ نسبت عالمِ دنیا سخت ہوتی ہے کیونکہ اصل روح ہے اور یہاں اصل کو بالذات سزا مل رہی ہے، عالمِ آخرت میں روح اور جسم دونوں کو بالذات سزا ملے گی اوریہی وجہ ہے کہ عالمِ آخرت کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔)

...<< کیونکہ جب روح کو بدن میں داخل کیا جاتا ہے تو بدن کی خصوصیات سامنے آتی ہیں، مثلاً بچپن، جوانی، بڑھاپا، اور بچپن میں ذہن، عقل، ادراک وغیرہ کا ناقص ہونا پھر رفتہ رفتہ ترقی کرنا وغیرہ، یہ بدن کی خصوصیات ہیں، ورنہ روح تو اپنی پیدائش کے وقت سے ہی عاقل، بالغ اورذی فہم ہے، اوراگر یہ بات نہ ہوتی تو"اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے جواب میں"بَلٰی" کیوں کہتی۔سوال سننا، سمجھنا اورجواب دینا روح کے پیدائشی عاقل بالغ ہونیکی دلیل ہے، لیکن جب روح بدن میں سرایت کرجاتی ہے توبدن کے تابع ہوکر سنِ بلوغ کے بعد مکلف بن جاتی ہے۔اگر عالمِ دنیا میں روح بدن کے تابع نہ بنائی جاتی توپیدا ہوتے ہی ہر شخص مکلف ہوتا کیونکہ روح تو پیدائش سے ہی عاقل بالغ ہے۔ جس طرح روح کا جسم لطیف، اس کے کان آنکھ وغیرہ اعضاء لطیف ہیں اسی طرح اسکی آواز بھی لطیف ہے۔روح کی اپنی زبان جب بولنے اور باتیں کرنے پرلگ جاتی ہے تومادی جسم

اورمادی کان اس آواز کو نہیں سن سکتے۔ (البتہ روح مادی اشیاء کی آوازوں کو سن سکتی ہے) جس طرح کہ مادی آنکھیں روح کے جسم کو دیکھ نہیں سکتی ہیں۔روح کی آنکھیں جب دیکھنے پر آجاتی ہیں۔تواس کو دور کی چیزیں (حتیٰ کہ عرش کے اوپر ارواح) اورلطیف چیزیں (حتیٰ کہ ملائکہ، جنات وغیرہ) بھی نظر آجاتی ہیں۔ارواح آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتی بھی ہیں اورایک دوسرے کی آوازیں بھی سنتی ہیں لیکن چونکہ ان کی آواز لطیف ہے تو سننے کے بعد اس کے سمجھنے کیلئے کافی عرصہ درکار ہوتاہے۔اگر یہ صاحب (جس کی روح روحانی غذابہم پہنچنے کی وجہ سے بولنے اورسننے پرلگ گئی ہے) اپنی اس حالت پر مستقیم رہاتوکچھ عرصہ کے بعد اس کو روح کی زبان سمجھ آجائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ روح کیلئے شکل ہے اورہوبہو اس مادی بدن کی شکل میں ہے لیکن لطیف ہے اور اس مادی جسم میں

سرایت کرگئی ہے۔یہ مادی جسم خاکی ہے ۔عناصر اربعہ سے بناہوا ہے اور سفلی ہے یعنی اس زمین سے بناہوا ہے اوراس میں رہ رہاہے۔اورروح کا جسم نوری ہے بلکہ نور سے بھی زیادہ لطیف ہے اوراس کے لئے باقاعدہ اپنی شکل ہے۔اوراس جسم کی شکل کے عین مطابق ہے جس جسم کی یہ روح ہے، قدو قامت اور ہیئت میں بھی اپنے جسم کے مطابق ہوتی ہے۔ البتہ روح عُلوی ہے بلکہ اصل مقام اس کا عرش سے بھی اوپر ہے۔

امام رازیؒ نے اشعار میں روح کا تذکرہ کیا ہے:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الروح عند اله العرش مبداه
وتربة الارض اصل الجسم والبدن

روح کی ابتداء عرشِ الٰہی کے ہاں سے ہے۔انسانی جسم اور بدن کا اصل زمین کی مٹی سے ہے۔

قدالف ملك المنان بينهما
ليصلحا بقبول الامر والمحن

ملک المنان نے ان دونوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ تاکہ یہ دونوں اوامر اور محنتوں کو قبول کر کے صالح بن جائیں۔

فالروح فی غربة والجسم فی وطن
فاعرف زمام الغريب النازخ الوطن

پس روح مسافر ہے اور بدن اپنے وطن میں ہے۔ پس غریب الوطن مسافر کی ذمہ داری کا خیال رکھو۔

(دلائل السلوك صفحہ 82)

دلائل السلوک میں "نفس" پر تبصرہ:

چونکہ روح اور نفس میں مناسبت ہے لہٰذا نفس کی بھی مختصراً تفصیل قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ لطیفۂ **نفس** کرنے میں یہ تفصیل معین اور ممد ثابت ہو۔ یہ تحقیق بھی اعلی حضرت جی مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی

کتاب **دلائل السلوك** صفحہ 90 تا 92 سے مختصراً نقل کی جارہی ہے:

النفس والروح اسمین لِمعنی واحد بدلیل حدیث لیلة التعریس "قال بلال اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسك فقال رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ ان الله قبض ارواحنا"

" لیلۃ التعریس کی حدیث اس پر دال ہے کہ نفس اور روح ایک حقیقت کے دو نام ہیں۔ ہماری روحوں کے شہنشاہ مُحَمَّد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ اپنی پاکیزہ جماعت جانثار صحابہ کرام رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ کے ساتھ غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، راستے میں ایک جگہ رات گزارنی پڑی ۔ آقائے نامدار صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ نے حضرت بلال رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کی ڈیوٹی لگادی کہ صبح نماز کیلئے آپ نے ہم سب کو اُٹھانا ہے۔لیکن حضرت بلال رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ بعینہٖ نماز کے وقت سوئے رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا اورسب سے پہلے

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ جاگے۔ تو حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میرے نفس کو اس ذات نے پکڑا جس نے آپ کے نفس کو پکڑا تھا''۔ **حضورِ اکرم** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ '' اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا۔''

یہاں ایک ہی چیز سے حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے نفس کے ساتھ تعبیر فرمایا اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس چیز سے روح کے ساتھ تعبیر فرمایا ۔ اسکی تطبیق یوں ہوتی ہے کہ روح اور نفس کو ایک ہی مانا جائے۔

قرآن کریم نے بھی روح پر لفظ نفس کا اطلاق فرمایا۔ ''**اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا**۔ اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ہی روحوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت'' البتہ نفس اور روح میں اعتباری فرق موجود ہے۔

علامہ ابوالقاسم سہیلی نے **روض الانف** میں بحث کی ہے کہ روح اور نفس شئےِ واحد ہے۔ تغائر باعتبار اوصاف کے ہے۔ ابتداء کے اعتبار سے روح ہے جب فرشتہ اس روح کو (شکم مادر میں) جسمِ انسان میں پھونک دے تو ابتداء میں یہ روح مصالح بدن کی مشغولی سے بے خبر ہوتی ہے۔ اس وصف کے اعتبار سے اس کو روح کہا جاتا ہے۔ لیکن جس وقت یہ روح مصالحِ بدن میں مشغول ہو کر اس میں صفتِ غفلت و شہوت پیدا ہو جاتی ہے تو اس پر نفس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ نفس کا فعل غفلت اور شہوت ہے اس سے پہلے روح پر نفس کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ نفس کی صفتِ غفلت و شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے کم کیا جا سکتا ہے۔ ان رزائل کی کمی کا نام اصطلاح صوفیہ میں سکون ہے۔ سکون کے تین مدارج ہیں:

اول: سکون تام و کامل، یہ درجہ اطمینانِ نفس کا ہے، اس درجہ میں نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔

دوم: سکون غیر تام و غیر کامل، یہ نفسِ لوامہ ہوا۔

سوم: عدم سکون (مطلقاً) یہ نفسِ امارہ ہوا۔

فالفرق بین النفس والروح فرق بالصفات لابالذات ۔

پس نفس اور روح میں فرق باعتبار صفات کے ہے نہ کہ باعتبار ذات کے۔

بابِ پنجم

طریقۂ ذکر

سلسلۂ نقشبندیہ اُویسیہ

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں لطائف پر ذکرُ اللہ کا طریقہ:

اب ہم سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے صبح وشام ذکر کا طریقہ (معمول) قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(1) اجتماعی ذکر میں شیخِ مکرم یا ان کا نائب اونچی آواز سے اِن کلمات کو زبان سے پڑھے گا۔اور باقی حضرات دھیمی آواز میں ان کے ساتھ ساتھ یہی کلمات پڑھتے رہیں گے:

سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبرلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔اللہ اللہ اللہ ھُو ۔
اور ھُو کے ساتھ سانس کے ذریعے قلب پر اس تصور کے ساتھ ضرب لگائے کہ ان کلمات کے ساتھ جو انوارات حاصل ہوئے ہیں وہ قلب میں داخل کررہاہے اوراس کے ساتھ ہی سانس کے ذریعے ذکر کرنا شروع کرے۔وعلی اللّٰہ التوفیق۔

(2) پہلا لطیفہ قلب:

لطیفۂ **قلب** پر اَللّٰہُ ھُو کی ضربات شروع کرنے سے پہلے شیخِ مکرم یا اس کا نائب بلند آواز سے فرمائے گا "پہلا لطیفہ قلب" اورسب ساتھی لطیفۂ **قلب** کے ذکر میں مصروف ہو جائینگے۔ پانچ منٹ یااس سے کم وبیش جتنی فرصت ہو اور جس قدر جذبہ اورشوق ہو لطیفۂ **قلب** کے ذکر کو جاری رکھے۔حضرت جی اس لطیفہ پر ذکر کے دوران قرآنِ کریم

کی اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں حضرت آدم عَلَیۡهِ ٱلسَّلَامُ کا تذکرہ ہو۔

(3) دوسرا لطیفہ روح:

لطیفۂ **قلب** کے بعد دوسرا لطیفہ **روح** شروع ہوجاتا ہے۔ اگر انفرادی معمول کرنے والا ہو تو خود ہی توجہ کو لطیفۂ **قلب** سے لطیفۂ **روح** کی طرف مبذول کرے اور سر کو بھی معمولی سا لطیفۂ **قلب** سے لطیفۂ **روح** کی طرف موڑلے اور سانس کے ساتھ ذکر اُسی توجہ، تیزی اور قوت کیساتھ جاری رکھے جس طرح لطیفۂ **قلب** پر جاری تھا بلکہ قوت اور تیزی میں اپنی وسعت کے مطابق اضافہ کرتا جائے اور اگر اجتماعی معمول کرانے والا ہو تو بلند آواز سے ساتھیوں کو سناتے ہوئے کہے گا: "دوسرا لطیفہ **روح** "اور اس کے ساتھ سب ساتھی لطیفۂ **قلب** سے لطیفۂ **روح** پر منتقل ہو جائیں گے۔ لطیفۂ **روح** کا ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رکھے۔ حضـــرت جی اس لطیفہ

پر ذکر کے دوران قرآنِ کریم کی اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں روح کا اور حضرت نوح و حضرت ابراہیم عَلَيۡهِمَا ٱلسَّلَامُ کا تذکرہ ہو۔

(4) تیسرا لطیفہ سری:

لطیفۂ روح کے بعد معمول کرانے والا فرمائے گا: "تیسرا لطیفہ سری" اور سب ساتھی تیسرے لطیفے کی طرف متوجہ ہو کر لطیفۂ سری پر اَللّٰہُ ھُو کی ضربات لگاتے رہیں گے۔ حضرت جی اس لطیفہ پر ذکر کے دوران قرآنِ کریم کی اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کا تذکرہ ہو۔ اس لطیفہ کا ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

(5) چوتھا لطیفہ خفی:

لطیفۂ سری کے بعد معمول کرانے والا فرمائے گا: "چوتھا لطیفہ خفی" اور سب ساتھی چوتھے لطیفے کی طرف متوجہ ہو کر لطیفۂ خفی پر اَللّٰہُ ھُو کی ضربات لگاتے رہیں گے۔ حضرت جی

اس لطیفہ پر ذکر کے دوران قرآنِ کریم کی اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ کا تذکرہ ہو۔ اس لطیفہ کا ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

(6) پانچواں لطیفہ اخفٰی :

لطیفۂ خفی کے بعد معمول کرانے والا فرمائے گا: "پانچواں لطیفہ اخفٰی" اورسب ساتھی پانچویں لطیفے کی طرف متوجہ ہوکر لطیفۂ اخفٰی پر اَللّٰہُ ھُو کی ضربات لگاتے رہیں گے۔ پانچواں لطیفہ اخفٰی کرنے کے دوران یہ خیال اورسوچ بھی ہو کہ اس وقت پانچوں لطائف یکجا اَللّٰہُ ھُو اَللّٰہُ ھُو کا ذکر کرتے ہوئے حرکت میں ہیں۔ اوریقیناً آپ کو محسوس ہوتا ہو گا کہ پانچوں لطائف ذکر کر رہے ہیں۔ لہٰذا اِس لطیفہ میں پانچوں لطائف کو مِلا کر ذکر کرنا ہوتا ہے۔ حضرت جی لطیفۂ اخفٰی پر ذکر کے دوران قرآنِ کریم کی اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں نبی کریم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ آلِهِ وَسَلَّمَ کے اوصاف جمیلہ بیان کئے گئے ہیں

اوران اشعار کو بھی بہت پیارے اور میٹھے انداز میں بیان فرماتے ہیں جن میں **حضوراکرم** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کی حمد وتعریف ہو۔ مثلاً

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ

اسی طرح حضرت حسان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے وہ اشعار جو کہ سرورِ کائنات صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ کے جمال وکمال سے مزیّن ہیں اسی طرح دیگر اشعار۔

اس لطیفہ کا ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

(7) چھٹا لطیفہ نفس:

لطیفۂ اخفٰی کے بعد معمول کرانے والا فرمائے گا: "چھٹا لطیفہ نفس" اورسب ساتھی چھٹے لطیفے کی طرف متوجہ ہوکر لطیفۂ نفس پر اَللّٰهُ هُو کی ضربات لگاتے رہیں گے۔اس لطیفہ میں اَللّٰهُ

ھُو کی ضربات پیشانی پر لگائی جاتی ہیں۔ حضـــرت جی اس لطیفہ پر ذکر کے دوران قرآنِ کریم کی اُن آیتوں کی تلاوت فرماتے ہیں جن میں نفس اور اس کے تزکیہ کا بیان ہو۔اس لطیفہ کا ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

(8) ساتواں لطیفہ سلطان الاذکار:

لطیفۂ نفس کے بعد معمول کرانے والا فرمائے گا: "ساتواں لطیفہ سلطان الاذکار" اورسب ساتھی ساتویں لطیفے کی طرف متوجہ ہوکر لطیفۂ سلطان الاذکار پر اَللّٰہُ ھُو کی ضربات لگاتے رہیں گے۔اس لطیفہ میں اَللّٰہُ ھُو کی ضرب سر میں اس محل پر لگتی ہے جو گزشتہ اوراق میں بتادی گئی ہے۔البتہ اس لطیفہ میں سالک پورے بدن پر توجہ رکھے یہ تصور کرے کہ پاؤں کے ناخن سے لے کر سر تک پورے جسم کے ہر بال کی جڑ سے ذکرُ اللہ جاری ہے۔ذکرُ اللہ کے صبح و شام معمول پر پابندی کی برکت سے یہ کیفیت بھی حاصل جاتی ہے کہ پورے جسم میں ذکرُ اللہ سرایت

کر جاتا ہے۔ اس لطیفہ کا ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

(9) اعادہ لطیفۂ قلب:

ساتویں لطیفہ **سلطان الاذکار** پر ضربات لگانے کے بعد دوبارہ لطیفۂ **قلب** کو واپس آجائیں اور دوبارہ لطیفۂ **قلب** کا ذکر کریں۔ اس مرتبہ لطیفۂ **قلب** ان تمام انوارات کا مھبط ہو گا جو ساتوں لطائف کے ذکر سے حاصل ہوئے ہیں۔ یعنی معمول میں لطائف کرانے کی ابتداء لطیفۂ **قلب** سے ہوتی ہے اورانتہا بھی لطیفۂ **قلب** پر ہوتی ہے کیونکہ لطیفۂ **قلب** تمام لطائف کیلئے اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لطیفہ کے جاری ہونے کے بعد باقی لطائف جاری ہوتے ہیں اور جس خوش نصیب کا یہی لطیفہ جاری ہوا تو اس کو آخرت کی فلاح نصیب ہو گی، نیز اس لطیفہ پر دوبارہ آنے سے مبتدی سالکین کے ساتھ لطیفۂ **قلب** کرنے میں شرکت آجاتی ہے کیونکہ مبتدی سالکین تو لطیفۂ **قلب** کرنے میں مصروف

ہوتے ہیں ان کی توجہ صرف لطیفۂ **قلب** پر رہتی ہے۔ معمول کرانے والا اگرچہ ہر لطیفہ کا نام لیکر توجہ دیگر لطائف کی جانب منتقل کرتا ہے۔ لیکن یہ مبتدی دیگر لطائف کی طرف منتقل نہیں ہوتا بلکہ پہلا لطیفۂ **قلب** کرنے میں ہی مصروف ہوتا ہے لٰہذا دوبارہ لطیفۂ **قلب** پر آنے کی وجہ سے ان حضرات کے ساتھ اس لطیفہ کرنے میں شرکت آجاتی ہے۔ جس سے ان کی دلجوئی ہوجاتی ہے۔

اس لطیفہ پر دوبارہ ذکر بھی کم و بیش پانچ منٹ تک جاری رہتا ہے۔

مراقبۂ احدیت، مراقبۂ معیت، مراقبۂ اقربیت کا مفہوم اور تشریح:

صبح و شام کے معمول پر دوام کی برکت سے جب سالک کے تمام لطائف منور اور روشن ہوجاتے ہیں اور مزید استعداد و صلاحیت پیدا ہوجائے تو شیخِ مکرم حضرت جی مد ظلہٗ

العالی اِس سالک کو مراقباتِ ثلاثہ کرواتے ہیں جس میں سالک کی روح کو اِن مقاماتِ ثلاثہ پر لیجایا جاتا ہے۔واضح رہے کہ تمام مراقبات میں روح خود بخود ان مقاماتِ عالیہ پر نہیں پہنچ سکتی بلکہ صرف شیخِ کامل یا اُنکا مجازِ مراقبات ہی رُوح کو اِن مقامات پر لے جاتا ہے۔جن سالکین کو یہ مراقبات حاصل نہیں ہوئے وہ مراقبات کے دوران صرف **قلب** پر توجہ رکھیں گے۔

(10) مراقبۂ احدیت:

آخری لطیفہ، لطیفۂ **قلب** کاذکر جب پورا ہوجائے توشیخ بلند آواز سے فرماتے ہیں: ''روک لیں'' اس آواز کیساتھ تمام ساتھی سانس کے ساتھ ذکر کرنے اورضربات لگانے سے رک جائینگے اوراس کے فوراً بعد شیخ فرماتے ہیں: ''مراقبۂ **احدیت**'' اب مراقبات والے ساتھی مراقبۂ**احدیت**شروع کرینگے اس کے بعد جسم کی زبان بند صرف روح کی زبان چلے گی۔ انفرادی ذکر کرنے والا لفظ ''مراقبۂ **احدیت**'' روح کی

زبان سے کہے گا اسی طرح باقی مراقبات کے الفاظ اسی طرح "**سیرِ کعبہ**" "**روضۂ اطہر**" اور "**مسجدِ نبوی**ﷺ" کے الفاظ زبانِ روح سے پڑھے گا نہ کہ زبانِ جسم سے یعنی اس کے بعد صرف روح کی زبان چلے گی فقط۔

مراقبۂ **احدیت** کا مفہوم اور **حقیقت** یہ ہے کہ اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات کے مقابلہ میں تمام عالم معدوم ہے۔

پناہِ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

ہر بلندی اور پستی کو ہیچ کرنے والی تیری ذات ہے۔
سب کچھ غیر موجود ہیں اسلئے کہ موجود صرف تُو ہی ہے۔

اس مراقبہ میں انفرادی ذکر کرنے والا یا اجتماعی ذکر میں شیخِ مکرم کے علاوہ دیگر ساتھی بزبانِ روح مندرجہ ذیل کلمات پڑھیں گے البتہ شیخِ مکرم تعلیماً بزبانِ جسم یہ کلمات پڑھتے ہیں:

وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶۳﴾

(سورۃ البقرہ۔ پارہ 2)

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، کوئی معبود برحق نہیں ہے
مگر وہی ذات ہے جو کہ بے حد مہربان نہایت رحم والی ہے۔

وحده لاشريك لك يا الله۔

وہ (اللہ) ایک ہی ہے، اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔

ان الفاظ کے مفہوم پر توجہ رکھتے ہوئے ماسوٰی اللہ کو معدوم تصور کرے اور صرف اللہ ہی کو موجود تصور کرے اور **وحده لاشريك لك يا الله** کو اس مراقبہ کے دوران گاہے گاہے بزبانِ روح پڑھتا رہے۔ اس جذبہ کے ساتھ کہ اس مراقبہ پر مجھے 80 سال کی عبادت کا ثواب مل رہاہے۔ اس مراقبہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمتیں بارش کی صورت میں برستی ہیں جس کا رنگ چاندنی رات کی سفیدی کی طرح ہوتا ہے۔

(11) مراقبۂ **معیت**:

مراقبۂ **احدیت** کا وقت (جو تقریباً کم و بیش پانچ منٹ ہوتا ہے) جب پورا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد مراقبۂ **معیت** شروع ہو جاتا ہے۔اور شیخِ مکرم بلند آواز سے فرمائیں گے ''مراقبۂ **معیت**'' اس کے ساتھ ہی سب ساتھی مراقبۂ **احدیت** سے مراقبۂ **معیت** پر منتقل ہو جائیں گے۔یعنی مراقبۂ **احدیت** کے مفہوم اور حقیقت کے تصور سے مراقبۂ **معیت** کی حقیقت کے تصور میں محو ہو جائیں گے۔

مراقبۂ **معیت** کی حقیقت یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ ہر جگہ ذاتِ باری تعالیٰ حاضر وناظر ہے۔ صرف باعتبارِ علم کے نہیں بلکہ باعتبارِ ذات کے میرے ساتھ موجود ہے اس کی ہیبت اپنے قلب پر طاری رکھے اس دوران شیخِ مکرم بزبانِ جسم اور دیگر ساتھی یا انفرادی ذکر کرنے والا بزبانِ روح اس آیتِ

کریمہ کی تلاوت کرتے رہیں گے۔ ”**وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ**“ آپ جہاں بھی ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات آپ کے ساتھ ہے۔ اس مراقبہ میں بارش کی طرح برسنے والی رحمتوں کا رنگ سبز ہوتا ہے۔

(12) مراقبۂ اقربیت:

مراقبۂ **معیت** کا وقت جب اندازے کے مطابق پورا ہوجائے تو شیخِ مکرم بلند آواز سے فرمائیں گے ”مراقبۂ **اقربیت**“ اور تمام ساتھی مفہومِ مراقبۂ **معیت** کے تصور سے مفہومِ مراقبۂ **اقربیت** کی طرف متوجہ ہوجائیں گے۔

مراقبۂ **اقربیت** کا مفہوم یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ باعتبارِ ذات آپ کے قریب موجود ہے اور باعتبارِ وجدان بعید ہے اس مراقبہ میں شیخِ مکرم بزبانِ جسم اور دیگر ساتھی اور اسی طرح انفرادی ذکر کرنے والا بزبانِ روح اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے رہیں گے ” **نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ**

الْوَرِيْدِ" "ہم شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں" اس مراقبہ میں جن انوارات کانزول ہوتاہے انکارنگ سنہری مائل سرخ ہوتاہے۔

(13) سیرِ کعبہ:

مراقباتِ ثلاثہ کے بعد **سیرِ کعبہ** شروع ہو جاتا ہے۔ مراقبۂ **اقربیت** کے بعد شیخِ مکرم بلند آواز سے فرماتے ہیں"**سیرِ کعبہ** " اور اس کے بعد اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے ہیں: **وليطّوفوا بالبيت العتيق**

اور اس کے بعد تلبیہ پڑھتے ہیں: **لبيك اللّٰهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك**

بیت اللہ پر اللہ ﷻ کے ذاتی انوارات کا نزول ہوتا ہے اور سیر کعبہ میں ان ہی انوارات و تجلیات کا مراقبہ ہوتا ہے۔اس مراقبہ میں یہ احتیاط ہوتی ہے کہ سالک یہ خیال نہ

کرے کہ ان پتھروں کا مراقبہ کررہاہوں، کعبہ کی حقیقت توکچھ اور ہی ہے:

تفسیرِ مظہری میں بیت اللہ کی حقیقت کا بیان:

والبیت عبارة من لطیفة ربانیة فی بعد موهوم مهبط التجلیات الذاتیة فمختصة به صورة الکعبة مع کونها من عالم الخلق امر مبطن لایدرکه حس ولاخیال بل هو مع کونه من المحسوسات لیس بمحسوس و کونه فی جهة لیس له جهة متمثل ولا مثل له هذا شان الکعبه وحقیقة الکعبة۔

(تفسیر مظہری۔ منقول از **دلائل السلوك** صفحہ 115)

"بیت اللہ عبارت ہے لطیفۂ ربانیہ سے جو بُعدِ موہوم میں ہے جو کہ تجلیاتِ ذاتیہ کے نزول کی جگہ ہے وہ تجلیات جو اس کعبہ کے ساتھ مختص ہیں پس کعبہ کی صورت باوجود اس کے کہ عالمِ خلق سے ہے لیکن ایک پوشیدہ امر ہے جو حِس اور خیال کے ادراک سے باہر

ہے۔ محسوسات میں سے ہے مگر محسوس نہیں ہے
اور جہت میں ہے مگر اس کیلئے جہت نہیں ہے۔ اور وہ
متمثل ہے مگر اس کیلئے مثال نہیں ہے۔ یہ ہے شانِ کعبہ
اور یہ ہے حقیقتِ بیت اللہ شریف۔"

اس مراقبہ کے حاصل ہو جانے کی صورت میں صاحبِ مراقبہ کی روح کعبہ جاکر وہاں زائرین کو دیکھ سکتی ہے، پہچان بھی سکتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

(14) مراقبۂ روضۂ اطہر اور اسکا بلند مقام:

مراقبۂ **سیرِکعبہ** کا وقت (جو تقریباً کم و بیش پانچ منٹ ہے) پورا ہونے کے بعد **مراقبۂ روضۂ اطہر** ہے۔ صرف شیخ ہی بزبانِ جسم بلند آواز سے فرمائیں گے "**روضۂ اطہر**" ۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: **بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّي يَا رَسُوْلَ اللہ**۔۔۔**اللّٰھم صل علٰی سیدنا ومولانا محمد وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم**

رُوئے زمین میں روضۂ اطہر ہی کو بہت بلند اور بالا مقام حاصل ہے روضۂ اطہر ہی مرکزِ نزولِ انوارات ہے اور یہیں سے فیوضات و انوارات تقسیم ہوتے ہیں۔ **مراقبۂ روضۂ اطہر** میں انہی انوارات کا مراقبہ ہوتا ہے۔روضۂ اطہر کی بلند شان یہ بھی ہے کہ یہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے درود و سلام پیش کرنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ اورجو ایک دفعہ حاضر ہوئے ہیں تاقیامت ان کی باری دوبارہ نہیں آسکتی۔روضۂ اطہر میں جس مٹی کے ساتھ ہماری روحوں کے بادشاہ محمد ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے بدنِ مبارک کا مس ہے اس مٹی کا مقام بیت اللہ سے بلکہ عرشِ معلّیٰ سے بھی بلند ہے کیونکہ **حضورِ اکرم** صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ محبوبِ خدا ہیں۔انہی کی وجہ سے تو اس پوری کائنات کے نقشے کو وجود دیا گیا ہے۔

(15) مراقبۂ مسجدِ نبوی ﷺ :

روضۂ اطہر کے بعد **مراقبۂ مسجدِ نبوی** ﷺ کم و بیش پانچ منٹ ہوتا ہے۔ شیخِ مکرم بزبانِ جسم بلند آواز سے فرمائیں گے "**مسجدِ نبوی** ﷺ" چونکہ مسجدِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ تو روضۂ اطہر کے قریب ہے لہذا اس میں انوارات کی کثرت ہوتی ہے۔اس مراقبہ میں سالک انہی انوارات کا مراقبہ کرتا ہے۔ مسجدِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے انوارات کی برکت سے اتباعِ سنتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ حاصل ہو جاتی ہے۔

(16) روحانی بیعت اور منزلِ فناءوبقاء:

جب سالک مراقبات اور **سیرِکعبہ** کی تکمیل کرلیتاہے تو اس کے بعد ہمارے حضرت جی اس سالک کی **روحانی بیعت** بھی کروا دیتے ہیں جو اکتوبر کے سالانہ اجتماع مرشد آباد

میں ہوا کرتی ہے یا دورانِ عمرہ مدینۂ منورہ میں کرواتے ہیں۔ اس کے چند سال بعد **منازلِ فناء وبقاء** حضرت جی خاص سالکین کو عنایت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد بھی لامتناہی منازل ہیں۔ ان منازل تک پہنچنا خوش نصیب حضرات کو نصیب ہوتا ہے۔

مراقبات اور **سیرِکعبہ** میں پوری جماعت انتہائی خاموشی کیساتھ مستغرق رہتی ہے اور لطائف کے دوران ضربات لگانے میں انتہائی محنت اور کوشش ہوتی ہے۔ یہ پورا معمول چودہ اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزء کے لئے کم و بیش 5 منٹ دیئے جاتے ہیں۔ پونے گھنٹہ سے لیکر ایک گھنٹہ تک روزانہ یہی معمول ہر ساتھی پابندی کیساتھ صبح شام بغیر ناغہ کے مکمل کرتا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق ذکر کے معمول کیلئے روزانہ اتنا وقت دینا اور اس قدر مشقت کرنا اسی جماعت کا خاصہ ہے۔

بابِ ششم

خاتمۃالکتاب

زائرین کی رہنمائی کے لئے روضۂ اطہر کا ظاہری نقشہ:

روضۂ اطہر میں مواجہ شریف کی طرف سب سے پہلے **حضورِ اکرم** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ کی قبر مبارک ہے پھر اس کے پیچھے کندھوں کے برابر صدیقِ اکبر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی قبرِ مبارک ہے اوراسکے پیچھے کندھوں کے برابر فاروقِ اعظم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی قبر مبارک ہے۔ نقشہ ذیل کے مطابق:

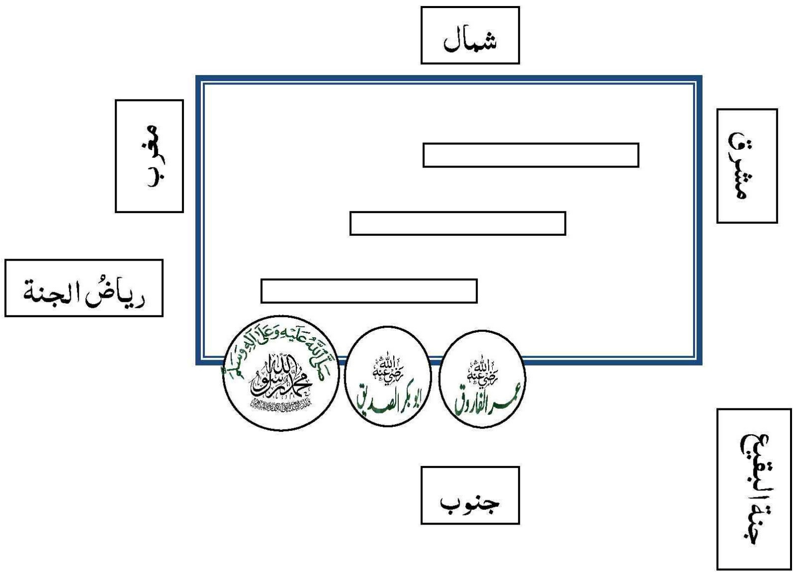

مدینہ منورہ میں کعبہ سمتِ جنوب پر واقع ہے، لہٰذا وہاں نمازیں جنوب کی طرف پڑھی جاتی ہیں۔ مواجہ شریف میں قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے روضۂ اطہر کی طرف منہ کرکے پہلے سوراخ کے برابر میں کھڑے ہوکر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ انور کے سامنے ہوجائیں گے، دوسرے سوراخ کے برابر میں صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے چہرۂ انور کے سامنے ہوجائیں گے۔ تیسرے سوراخ کے برابر میں فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے چہرۂ انور کے سامنے ہوجائیں گے۔ پہلے قیام میں **حضورِ اکرم** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ پر سلام پیش کرنے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصافِ حمیدہ اوردرود شریف پڑھتے جائیں گے۔ دوسرے قیام میں صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور تیسرے قیام میں فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پر سلام پیش کرنے کے بعد ان کے اوصافِ حمیدہ پڑھتے جائیں گے۔

روضۂ اطہر کے ساتھ متصل مغرب کی طرف **ریاضُ الجنة** ہے۔ حدیث مبارک ہے۔"مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة۔ میرے گھر اور منبر کے درمیان جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" زائرین **ریاضُ الجنة** میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ریاضُ الجنة کے اس حصے کو رب العالمین نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعے جنت سے اٹھا کر یہاں رکھ دیا ہے۔جیسا کہ طائف کی زمین شام سے اٹھا کر جوارِمکہ میں رکھ دی ہے تاکہ اہلِ حرم کو تازہ پھل فروٹ ملتارہے۔**ریاضُ الجنة** کی بجانب مشرقی حد روضہ اطہر شریف ہے اور بجانب مغرب حد منبر النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ ہے۔ منبرِ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ بائیں طرف محرابُ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ ہے اوردائیں جانب کچھ شمال کی طرف آذان خانہ ہے۔اس سے مغرب کی طرف حصۂ مسجدِ نبویؐ میں

حضرت عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی توسیع ہے اوراسی میں محرابِ عثمان غنی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ موجود ہے۔ مسجدِ نبویؐ کے اس حصے سے آگے یعنی جنوب قبلہ کی طرف جو توسیع ہوئی ہے جس میں مواجہ شریف ہے اوراسی میں دورِ حاضر کی محراب ہے جس میں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔یہ ساری توسیع تُرکوں کی ہے۔ روضۂ اطہر کے پیچھے یعنی شمال کی طرف اصحابِ صفہ کا چبوترہ ہے۔جو دورِ نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کا دینی مدرسہ تھا۔اس میں کم وبیش 80 طلباء رہائش پذیر ہوتے تھے۔ان کے سالار حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تھے۔ مسجدِ نبویؐ کے مندرجہ بالا مذکورہ حصے کے علاوہ ابھی اٰلِ سعود کے شاہی خاندان نے مسجدِ نبویؐ میں اتنی توسیع کی ہے کہ اُس دور کا مدینہ شہر تقریباً ابھی مسجد میں شامل ہو چکا ہے۔مسجدِ نبویؐ کے جنوب مشرق جانب میں جنتُ البقیع ہے جس میں حضرت عثمان غنی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ،حضرت امام حسن رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اورازواج

مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُنَّ اور کثیر تعداد میں صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ کی قبور مبارک موجود ہیں۔

روزمرہ وظائف کا بیان:

حضرت جی سلسلہ کے ساتھیوں کو مندرجہ ذیل وظائف پر روزانہ پابندی کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ تہجد کی نماز

2۔ روزانہ تلاوتِ قرآنِ کریم

3۔ پانچ سو مرتبہ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

4۔ پانچ سو مرتبہ **لا الہ الا اللہ** اور آخر میں **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔**

5۔ کم از کم سو مرتبہ استغفار اور اس سے زیادہ جتنا ہو سکے۔

6۔ کم از کم سو مرتبہ درود شریف با وضو قبلہ رُخ بیٹھ کر پڑھنا اور کوشش زیادہ پڑھنے کی کرنی چاہیئے۔

یہی وظائف بیعت کے بعد حضرت جی تعلیم فرماتے ہیں۔ نیز **احسنُ الوظائف** حضرت جی کی کتاب ہے جس میں پانچوں نمازوں کے بعد حضرت جی کے معمول میں شامل مسنون وظائف تحریر ہیں۔اصحابِ فرصت اس کو بھی اپنا معمول بنا سکتے ہیں۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں راولپنڈی مرکز دارالسالکین میں اعتکاف کا اہتمام ہوتا ہے جس میں پورے پاکستان کے خاص خاص ساتھی شرکت فرماتے ہیں اور انتیسویں شب کو تراویح میں ختمِ قرآن کی تقریبِ سعید بھی سادہ لیکن پُروقار طریقے سے منعقد ہوتی ہے۔

وما علینا الاالبلاغ وعلیہ التوفیق والارشاد۔